جسمیتِ باری تعالیٰ کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے
والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سخت مصیبتیں

۱۳۱۸ھ

ملقب بلقب تاریخی ضربِ قہاری

تصنیف لطیف:۔ اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

# قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار

۱۳۱۸ھ

## (جسمیتِ باری تعالٰی کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالٰی) کی طرف سے سخت مصیبتیں)

ملقب بلقب تاریخی

# ضربِ قہاری

۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سبحٰنک یا من تعالٰی عما یقول المجسمۃ الظالمون علوا کبیرا ط وصل وسلم وبارک علٰی من اتانا بشیرا نذیرا ط داعیا الیک باذنک سراجا منیرا ط وعلٰی الہ وصحابتہ واھلسنتہ وجماعتہ کثیرا کثیرا ط

پاک ہے تُو اے وہ ذات جو بلند ترین ہے اس بات سے جو جسم ثابت کرنے والے ظالم لوگ کہتے ہیں۔ رحمت، سلامتی اور برکت فرما اس شخصیت پر جو ہمارے پاس بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے اور تیری طرف دعوت دینے والے تیرے حکم سے روشن چراغ ہیں اور اُن کی آل و صحابہ و اہلسنت و جماعت پر کثرت در کثرت سے۔ (ت)

## اللہ عزّوجلّ کی تنزیہ میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے

(۱) اللہ تعالٰی ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔

(۲) سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج

نہیں رکھتا۔

(۳) مخلوق کی مشابہت سے منزّہ ہے۔

(۴) اس میں تغیر نہیں آسکتا اَزل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہو جائے۔

(۵) وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

(۶) اُسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اُتنا کہہ سکیں، لمبا یا چوڑا یا دَلدار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷) وہ شکل سے منزّہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۸) حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنے پر نا محدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنے کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزّہ ہے، غرض نا محدود کہنا نفی حد کیلئے ہے نہ اثبات بے مقدار بے نہایت کے لئے۔

(۹) وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(۱۰) اس میں اجزاء یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔

(۱۱) جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اُسے دہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنے پر آگے پیچھے یا اُوپر بھی ہرگز نہیں۔

(۱۲) وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳) کسی مخلوق سے جُدا نہیں کہ اُس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴) اُس کے لئے مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵) اُٹھنے، بیٹھنے، اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہیہ بے شمار ہیں۔ یہ پندرہ[۱۵] کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا اُن جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدہ اولے ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل و خلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد

ہوئی آیات تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں، وقال تعالیٰ، الملك القدوس السّلٰم[1] بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت، وقال تعالیٰ، فان اللہ غنی عن العٰلمین[2] بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے، وقال تعالیٰ، فان اللہ ھو الغنی الحمید[3] بے شک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا، وقال تعالیٰ، لیس کمثلہ شیئ[4] اس کے مثل کوئی چیز نہیں، وقال تعالیٰ، ھل تعلم لہ سمیّا[5] کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی، وقال تعالیٰ، ولم یکن لہ کفوًا احد[6] اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنے میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دینِ اسلام سے ہے، وباللہ التوفیق۔

## آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

ھوالذی انزل علیك الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب و اُخر متشٰبھٰت ط فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ ۵ وما یعلم تاویلہ الا اللہ م والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا ج وما یذکر الا

(موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے:) وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی۔ سو جن کے دل ہیں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں اُن کے ڈھب والیوں سے۔ تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۷
[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۶
[4] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱
[5] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۵
[6] القرآن الکریم ۱۱۲/ ۴

اولوا الالباب[1] جن کو عقل ہے۔[2]

اور اس کے فائدے میں لکھا :

"اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنے صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو اُن کے معنے عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ انکے معنے اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے[3] انتہی۔

**اقول** (میں کہتا ہوں ۔ ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا[4] اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔ اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے: محکمات جن کے معنے صاف بے وقت ہیں جیسے اللہ تعالٰی کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا، اور دوسری متشابہات جن کے معنٰی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات الٓمٓ وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے الرحمٰن علی العرش استوی[5] (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استوار فرمایا ۔ ت) یا ثم استوی علی العرش[6] (پھر اس نے عرش پر استوار فرمایا ۔ ت) پھر جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پاکر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیات محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں اُن کے ارشادوں سے بھلا دئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استوار آیا ہے اور اس کے معنے چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمھاری اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷

[2] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۳/۷ تاج کمپنی لاہور ص ۶۲

[3] " " " " " " " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۲/۲۶

[5] " " ۲۰/۵

[6] " " ۷/۵۴ و ۱۰/۳ وغیرہ

سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو ما انزل اللہ بہا من سلطن[1] (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ ت) اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انھیں ان ظاہری معنیٰ پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنیٰ پر جم گئے انھیں کو قرآن مجید نے فرمایا:

الذین فی قلوبھم زیغ[2] ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان وجہت وجسم واعراض سے پاک ہے بیٹھنے، چڑھنے، بیٹھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان انشاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا، ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنے جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنے کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنے قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین ومحدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیاتِ متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[3] جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولیٰ ہے، اسے مسلکِ تفویض وتسلیم کہتے ہیں۔ ان ائمہ نے فرمایا استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنے ہماری سمجھ سے وراء ہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/۴۰

[2] " " ۳/۷

[3] " " ۳/۷

ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیینِ مراد کے لئے اور تعیین مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم متشابہ دو[2] قسمیں فرما کر محکمات کو ھن ام الکتٰب[1] فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیۂ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سمجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال و باطل ومحال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنے پر یقین نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنے صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری و منزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ ان کے معنے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انھیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی،

ان ابن اٰدم لحریص علٰی ما منع[2] عـہ انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔ (ت)

اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے، تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب ملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں یہ علماء بوجوہِ کثیرہ تاویل آیت فرماتے ہیں ان میں چار[3] وجہیں نفیس وواضح ہیں:

**اوّل** استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، یہ زبانِ عرب سے ثابت وپیدا ہے عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمام مخلوقات پر قاہر وغالب ہے۔

---

عـہ رواہ الطبرانی[3] ومن طریقہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس کو طبرانی نے روایت کیا اور دیلمی نے طبرانی کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۱

[3] کشف الخفاء بحوالہ الطبرانی حدیث ۶۷۴ 〃 〃 〃 ۱/ ۱۹۹

**دوم** استوار بمعنی علو ہے، اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت و سلطان۔ یہ دونوں معنے امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارات عنقریب آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔

**سوم** استوار بمعنی قصد و ارادہ ہے، ثم استوٰی علی العرش یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی، یہ تاویل امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسمٰعیل ضریر نے فرمایا: انه الصواب[1] یہی ٹھیک ہے، نقله الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان[ع] (اس کو امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں نقل کیا ہے۔ ت)

---

ع قاله الفراء والاشعری وجماعة اهل المعانی ثم قال یبعده تعدیته بعلٰی ولو کان کما ذکروه لتعدی بالٰی کما فی قوله تعالٰی ثم استوی علی السماء[2] وفیه ان حروف المعانی تنوب بعضها عن بعض کما نص علیه فی الصحاح وغیرها وقد روی الامام البیہقی فی کتاب الاسماء والصفات عن الفراء ان تقول کان مقبلا علٰی فلان ثم استوی علیّ یشاتمنی والیّ سواءً علٰی معنی اقبل الیّ وعلیّ[3] ۱۲ منہ

فراء، اشعری اور اہل معانی کی ایک جماعت کا یہ قول ہے، پھر امام سیوطی نے کہا کہ یہ قول اس کے علٰی کے ساتھ متعدی ہونے سے بعید ہے اگر مطلب وہی ہوتا جو انھوں نے ذکر کیا ہے تو یہ الٰی کے ساتھ متعدی ہوتا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "ثم استوٰی الی السماء" میں ہے، مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حروف ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ صحاح وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے، اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں فراء سے روایت کیا ہے مثلاً تو کہے کہ وہ فلاں کی طرف متوجہ تھا پھر وہ مجھے برا بھلا کہتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوا یعنی چاہے استوٰی الیّ کہے یا استوٰی علیّ دونوں برابر ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی المحکم والمتشابہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۵

[2] " " " " " " " " " " "

[3] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴

**چہارم** استوار بمعنی فراغ و تمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اُس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرۂ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو۔ استوار بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے، قال اللہ تعالٰی:

فلما بلغ اشدہ واستوٰی[1]۔ جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اُس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح قولہ تعالٰی:

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہ[2] جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔ (ت)

میں استوار حالتِ کمال سے عبارت ہے، یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن الحجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال سے نقل کی اور یہ کلام امام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا، اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت[3] میں منقول۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان و زمین کے ساتھ اور بلا فصل اُس کے بعد ہے، سورۂ اعراف و سورۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا:

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[4] تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استوا فرمایا (ت)

سورۂ رعد میں فرمایا:

اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۴

[2] " " ۴۸/ ۲۹

[3] الیواقیت والجواہر بحوالہ سراج العقول المبحث السابع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۲

[4] القرآن الکریم ۱۰/ ۳

ترونہا ثم استوٰی علی العرش[1] — بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ طٰہٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا:

تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلٰی ○ الرحمٰن علی العرش استوٰی ○[2] — قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ فرقان میں فرمایا:

الذی خلق السمٰوٰت والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[3] — وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

سورۂ رعد میں فرمایا:

ھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[4] — وُہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے صدہا ائمۂ دین کے کلمات عالیہ میں ان کی تصریحات جلیہ ہیں اُنھیں نقل کیجئے تو دفتر عظیم ہو، اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گمنام نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رَد میں انھی کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی صاحب کس قدر بے حیا، بیباک، مکّار، چالاک، بددین، ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں اُن کی گمراہیوں کے صریح رَد لکھے ہیں اُنھی کے نام اپنی سند میں لکھ دیتے ہیں حق

چہ دلاور ست دُزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کیسا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲
[2] " " ۲۰/ ۴ و ۵
[3] " " ۲۵/ ۵۹
[4] " " ۵۷/ ۴

مباحث آئندہ میں جو عبارات اُن کتابوں کی منقول ہوں گی انھیں سے ان شاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہوجائیں گے یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب سابق بھی ظاہر ہو اور یہ بھی کھل جائے کہ آیۂ کریمہ الرحمٰن علی العرش استوٰی آیات متشابہات سے ہے اور یہ بھی کہ جس طرح مخالف کا مذہب نامہذب یقیناً صریح ضلالت اور مخالف جملہ اہل سنت ہے۔ یونہی اجمالاً اس آیت کے معنے جاننے پر مخالف سلف صالح وجمہور ائمہ اہلسنت وجماعت ہے۔

(۱) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۲) معالم ومدارک وکتاب الاسماء والصفات وجامع البیان کے بیان یہاں سُنئے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی انھیں کُتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گن دیا۔ معالم التنزیل میں ہے:

اما اھل السنۃ یقولون الاستواء علی العرش صفۃ للہ تعالٰی بلاکیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل العلم فیہ الی اللہ عزوجل[1]

یعنی رہے اہلسنت، وہ یہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عزوجل کی ایک صفت بے چونی وچگونگی ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ اُس پر ایمان لائے اور اس کے معنے کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سُوجھے کہ اُسی کی مستند کتاب نے خاص مسئلہ استواء میں اہلسنت کا مذہب کیا لکھا ہے شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہلسنت کرے۔

(۳) اُسی میں ہے:

ذھب الاکثرون الی ان الواو فی قولہ "والراسخون" واو الاستئناف وتم الکلام عند قولہ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" وھو قول ابی بن کعب

یعنی جمہور ائمہ دین صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ والراسخون فی العلم سے جُدا بات شروع ہوئی پہلا کلام وہیں پُورا ہوگیا کہ متشابہات کے معنے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا،

---

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۵/۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۳۷

وعائشة وعروة بن الزبير رضی اللہ تعالٰی عنہم، وروایۃ طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وبه قال الحسن واکثر التابعین واختارہ الکسائی والفراء والاخفش (الی ان قال) ومما یصدق ذلك قراءۃ عبداللہ ان تاویلہ الاعند اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا و فی حرف ابی ویقول الراسخون فی العلم اٰمنا بہ، وقال عمر بن عبدالعزیز فی ھذہ الاٰیۃ انتھی علم الراسخین فی العلم تاویل القراٰن الٰی ان قالوا اٰمنا به کل من عند ربنا وھذا القول اقیس فی العربیۃ واشبه بظاھر الاٰیۃ[1]

یہی قول حضرت سید قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، اور یہی مذہب امام حسن بصری واکثر تابعین کا ہے اور اسی کو امام کسائی و فراء و اخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس قراءت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے پاس نہیں اور پکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت بھی اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور یہ قول عربیت کی رُو سے زیادہ دلنشین اور ظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التنزیل میں ہے:

منه اٰیٰت محکمٰت احکمت عبارتہا بان حفظت من الاحتمال و

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنے صاف ہیں احتمال و اشتباہ کو ان میں

[1] معالم التنزیل تحت الاٰیۃ ۳/۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱۴ و ۲۱۵

الاشتباه هن ام الكتب اصل الكتاب تحمل المتشابهات عليها وترد اليها "واخر متشابهات" مشتبهات محتملات مثال ذٰلك الرحمٰن على العرش استوى فالاستواء يكون بمعنى الجلوس وبمعنى القدرة والاستيلاء و لايجوز الاول على الله تعالٰى بدليل المحكم وهو قوله تعالٰى ليس كمثله شیء ، فاما الذين في قلوبهم زيغ ميل عن الحق وهم اهل البدع فيتبعون ما تشابه فيتعلقون بالمتشابه الذی يحتمل ما يذهب اليه المبتدع مما لا يطابق المحكم ويحتمل ما يطابقه من قول اهل الحق "منه ابتغاء الفتنة" طلب ان يفتنوا الناس دينهم ويضلوهم "وابتغاء تاويله" وطلب ان يؤولوه التاويل الذی يشتهونه "وما يعلم تاويله الا الله" ای لا يهتدی الٰى تاويله الحق الذی يجب ان يحمل عليه الا الله اھ مختصرًا۔

گز نہیں یہ آیات تو کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات انھیں پر حمل کی جائیں گی اور اُن کے معنے انھیں کی طرف پھیرے جائیں گے اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے کریمۂ الرحمٰن علی العرش استوٰی بیٹھنے کے معنے پر بھی آتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنے پر بھی ، اور پہلے معنے اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالٰی کو بیٹھنے سے پاک ومنزہ بتارہی ہیں اُن محکمات سے ایک یہ آیت ہے لیس کمثلہ شیئ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں ، پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بدمذہب لوگ ہوئے وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بدمذہبی کے معنے کا احتمال ہو سکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہلسنت کا مذہب ہے وہ بدمذہب اُن آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں انکے وُہ معنے بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں ، اور اُن کے معنے تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ ، اللہ ہی کو خبر ہے کہ ان کے حق معنی کیا ہیں جن پر اُن کا اتارنا واجب ہے انتہٰی ۔

گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر یہ آیت وتفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رد واضح و

---

۱؎ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۳/۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۱۴۶

منیر ہے والحمد للہ رب العٰلمین۔

(۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں،

الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم کانوا لا یفسرونہ ولا یتکلمون فیہ کنحو مذھبھم فی امثال ذٰلک[1]

ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنٰی نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے جس طرح تمام صفات متشابہات میں اُن کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اُسی میں ہے،

حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترک الکلام فی امثال ذٰلک، ھذا مع اعتقادھم نفی الحد والتشبیہ والتمثیل عن اللہ سبحٰنہ وتعالٰی[2]

ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے کہ ایسے نصوص میں اصلاً لب نہ کھولتے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالٰی محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں متشابہ و مانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اُسی میں یحیٰی بن یحیٰی سے روایت کی،

کنا عند مالک بن انس فجاء رجل فقال یا ابا عبد اللہ الرحمٰن علی العرش استوی فکیف استوٰی؟ قال فاطرق مالک رأسہ حتی علاہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب، والمسئول عنہ بدعۃ، وما اراک الامبتدعا فامر بہ ان یخرج[3]

ہم امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی اے ابو عبد اللہ! رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا یہ استواء کس طرح ہے؟ اس کے سنتے ہی امام نے سر مبارک جھکا لیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا، پھر فرمایا استواء مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض اور اُس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور بدمذہب ہے۔ پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی۔ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۵۰

[2] " " " " باب قول اللہ تعالٰی لعیسٰی علیہ السلام انی متوفیک ورافعک الی " " " " ۲/۱۶۹

[3] " " " " باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش الخ " " " ۲/۱۵۰و۱۵۱

(۸) اُسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی:

سئل ربیعۃ الرائ عن قول اللہ تبارک وتعالٰی "الرحمٰن علی العرش استوٰی" کیف استوٰی؟ قال الکیف غیر معقول والاستواء غیر مجہول ویجب علی وعلیک الایمان بذلک کلہ۔[1]

یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن استاذ امام مالک سے جنھیں بوجہ قوت عقل وکثرت قیاس ربیعۃ الرائے کہا جاتا یہی سوال ہوا، فرمایا کیفیت غیر معقول ہے اور اللہ تعالٰی کا استواء مجہول نہیں اور مجھ پر اور تجھ پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اُسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفیٰن بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے:

ما وصف اللہ تعالٰی من نفسہ فی کتابہ فتفسیرہ تلاوتہ والسکوت علیہ۔[2]

یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں انکی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہیے۔

بطریق اسحٰق بن موسٰی انصاری زائد کیا:

لیس لاحد ان یفسرہ بالعربیۃ ولا بالفارسیۃ۔[3]

کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنے کہے۔

(۱۰) اُسی میں حاکم سے روایت کی انھوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحٰق بن ایوب کا عقائد نامہ دکھایا جس میں مذہب اہلسنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے:

الرحمٰن علی العرش استوی بلا کیف۔[4]

رحمٰن کا استواء بیچون وبیچگون ہے۔

(۱۱) اُسی میں ہے:

والاٰثار عن السلف فی مثل ھذا کثیرۃ وعلٰی ھذہ الطریقۃ یدل مذہب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اسی طریقہ سکوت پر امام شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۱

[2] " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۱ و باب ما ذکر فی الیمین والکف ۲/ ۱۵۱

[3] " " " " " باب ماجاء فی اثبات العین المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۴۲

[4] " " " " باب ما جاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش الخ " " " " " ۲/ ۱۵۲

والیہا ذھب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتاخرین ابوسلیمٰن الخطابی[1]

امام احمد بن حنبل و امام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے امام ابوسلیمٰن خطابی کا ہے۔

الحمدللہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے، ائمہ ثلٰثہ سے یہ موجود ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کہے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام۔ یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا ہے۔

(۱۲) اُسی میں امام خطابی سے ہے:

ونحن احری بان لانتقدم فیما تاخر عنہ من ھو اکثر علما واقدم زمانا وسنا، ولکن الزمان الذی نحن فیہ قد صار اھلہ حزبین منکر لما یروی من نوع ھٰذہ الاحادیث راسا ومکذب بہ اصلا، وفی ذٰلک تکذیب العلماء الذین رووا ھٰذہ الاحادیث وھم ائمۃ الدین ونقلۃ السنن والواسطۃ بیننا وبین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والطائفۃ الاخرٰی مسلمۃ للروایۃ فیہا ذاھبۃ فی تحقیق منہا مذھبا یکاد یفضی بھم الی القول بالتشبیہ ونحن نرغب عن الامرین معًا، ولانرضی بواحد منھما مذھبا، فیحق علینا ان نطلب

یعنی جب اُن ائمہ کرام نے جو ہم میں سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے متشابہات میں سکوت فرمایا تو ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنے کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رَد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سُنتوں کے ناقل اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک ہمارے وسائط و وسائل۔ اور دوسرا گروہ ان روایتوں کو مان کر اُن کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں، تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب قول اللہ الرحمٰن علی العرش الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

لمایرد من هٰذہ الاحادیث اذا صحت من طریق فالنقل والسند، تاویلا یخرج علی معانی اصول الدین و مذاھب العلماء و لا تبطل الروایۃ فیھا اصلا، اذا کانت طرقھا مرضیۃ ونقلتھا عدولا۔[1]

جو صحیح حدیثیں آئیں اُن کی وہ تاویل کردیں جس سے اُن کے معنے اصول عقائد و آیات محکمات کے مطابق ہوجائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لالکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردار مذہب حنفی تلمیذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرماتے:

اتفق الفقھاء کلھم من المشرق الی المغرب علی الایمان بالقراٰن و بالاحادیث التی جاء بھا الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفۃ الرب من غیر تشبیہ ولا تفسیر فمن فسر شیئا من ذٰلک فقد خرج عما کان علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و فارق الجماعۃ فانھم لم یصفوا و لم یفسروا ولکن اٰمنوا بما فی الکتاب والسنۃ ثم سکتوا۔[2]

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیات قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں جو صفاتِ الٰہیہ آئیں اُن پر ایمان لائیں بلا تشبیہ و بلا تفسیر تو جو ان میں سے کسی کے معنے بیان کرے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعتِ علماء سے جُدا ہوا اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا نہ اُن کے معنے کہے بلکہ قرآن و حدیث پر ایمان لاکر چُپ رہے۔

طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد و ذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے بھی کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لالکائی اور ابومحمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اُسے نقل کرگیا وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ (حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور غالب حجت اسی کی ہے۔ ت)

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورہ طٰہٰ ہے:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما ذکر فی القدم الرجل المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۸۶
[2] کتاب السنۃ امام ابوالقاسم لالکائی

والمذهب قول علی رضی اللہ تعالٰی عنه الاستواء غیرمجهول والتکیف غیر معقول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة لانه تعالٰی کان ولامکان فهو علی ماکان قبل خلق المکان لم یتغیر عما کان [1]

مذہب وہ ہے جو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استوار مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی اُس پر ایمان واجب ہے اور اس کے معنے سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی اُس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔

گمراہ اپنی ہی مستند کی اس عبارت کو سوچے اور اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

(۱۵) اسی میں زیر سورۂ اعراف یہی قول امام جعفر صادق و امام حسن بصری و امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرمایا [2]

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورۂ یونس میں ہے:

الاستواء معلوم والکیفیة مجهولة والسؤال عنه بدعة۔ [3]

استوار معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے بحث وسوال بدعت ہے۔ (ت)

(۱۷) یہی مضمون سورۂ رعد میں سلف صالح سے نقل کیا کہ:

قال السلف الاستواء معلوم و الکیفیة مجهولة [4]

سلف نے فرمایا: استوار معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ (ت)

(۱۸) سورۂ طٰہٰ میں لکھا:

سئل الشافعی عن الاستواء فاجاب اٰمنت بلاتشبیه واتهمت

یعنی امام شافعی سے استوار کے معنے پوچھے گئے، فرمایا: میں استوار پر ایمان لایا اور

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۵/۳ — دار الکتاب العربی بیروت ۳/۴۸
[2] 〃 〃 〃 آیۃ ۷/۵۴ — 〃 〃 〃 ۲/۵۶
[3] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی آیۃ ۱۰/۳ — دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۱/۲۹۲
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۳/۲ — 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۴۵

نفسی فی الادراک وامسکت عن الخوض فیہ کل الامساک۔[1]

وہ معنے نہیں ہوسکتے جن میں اللہ تعالٰی کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اُس کے معنے سمجھنے میں متہم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنے سمجھ سکوں لہذا میں نے اُس میں فکر کرنے سے یک قلم قطعی دست کشی کی۔

(۱۹) سورۂ اعراف میں لکھا:

اجمع السلف علٰی ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلاکیف نؤمن بہ و نکل العلم الی اللہ تعالٰی۔[2]

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت بےچون و بےچگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔

(۲۰) طرفہ یہ کہ سورۂ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنے ہم کچھ نہیں جانتے اور سورۂ فرقان میں لکھا:

قد مر فی سورۃ الاعراف تفصیل معناہ۔[3]

اس کے معنی کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزری۔

یونہی سورۂ سجدہ میں لکھا قد مر فی سورۃ الاعراف[4] (سورۂ اعراف میں گزرا۔ت) یونہی سورۂ حدید میں قد مر تفصیلہ فی سورۃ الاعراف وغیرھا[5] (اس کی تفصیل سورۂ اعراف وغیرہ میں گزرچکی ہے۔ت)

دیکھو کیسا صاف بتایا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اب تو کھُلا کہ وہابیہ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دینا

---

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی آیۃ ۲۰/۵ دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/۱۵ و ۱۶
[2] " " " " " " " ۷/۵۴ " " " " " ۱/۲۲۳
[3] " " " " " " " ۲۵/۵۹ " " " " " ۲/۸۹
[4] " " " " " " " ۳۲/۴ " " " " " ۲/۱۵۷
[5] " " " " " " " ۵۷/۴ " " " " " ۲/۳۳۶

کیسی سخت بے حیائی تھا ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

## وہابیہ مجسّمہ کی بددینی

صفات متشابہات کے باب میں اہلسنت کا عقیدہ تو معلوم ہولیا کہ ان میں ہمارا حصہ بس اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو کچھ مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے، ظاہر لفظ سے جو معنے ہماری سمجھ میں آتے ہیں اُن سے اللہ تعالےٰ یقیناً پاک ہے اور مرادِ الٰہی پر ہمیں اطلاع نہیں لہذا ہم اُن کے معنے کچھ کہہ ہی نہیں سکتے یا بطورِ تاویل کچھ کہیں بھی تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی شانِ قدوسی کے لائق اور آیاتِ محکمات کے مطابق اور اہلسنّت کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اُس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں اسی لئے اکثر مسائل میں اہلسنّت دو فرقۂ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں جیسے رافضی ناصبی یا خارجی مُرجی یا قدری جبری یا باطنی ظاہری یا وہابی بدعتی یا اسمٰعیل پرست گورپرست وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ اسی طرح یہاں بھی دو فرقۂ باطلہ نکلے معطلہ و مشبّہہ۔ معطلہ جنھیں جہمیہ بھی کہتے ہیں صفات متشابہات سے یکسر منکر ہی ہوگئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوا جعد بن درہم مردود کہتا کہ نہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا خلیل بنایا نہ موسٰی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کلام فرمایا۔ یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث اٰمنا بہ کل من عند ربنا[1] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ ت) سے بے بہرہ ہوئے۔ اُن کی طرفِ نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبّہہ آئے جنھیں حشویہ و مجسّمہ بھی کہتے ہیں ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالےٰ کے لئے مکان ہے جسم ہے جہت ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا اُترنا اُٹھنا بیٹھنا چلنا ٹھہرنا سب آپ ہی ثابت ہے، یہ مردود وہی ہوئے جنھیں قرآنِ عظیم نے فی قلوبہم زیغ[2] (ان کے دلوں میں زیغ ہے۔ ت) فرمایا اور گمراہ فتنہ پرداز بتایا تھا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فُضلہ خوار ہیں مختلف بد مذہبوں سے کچھ کچھ عقائدِ ضلالت لے کر اپنا بھرت پُورا کیا ہے یہاں بھی نہ چُوکے، اور اُن کے پیشوا اسمٰعیل نے صراط نامستقیم میں جو اپنے جاہل پیر کی اللہ تعالےٰ سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۳/ ۷

دوستانہ ملاقات اور ہاتھ سے ہاتھ ملا کر گڈ مارننگ (GOOD MORNING) ثابت کی تھی (دیکھو کتاب مستطاب الکوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ) لہٰذا اس کے بعض سپوت صاف صاف مجسمہ مبہوت کا مذہب ممقوت مان گئے اور اس کی جڑ بھی وہی ان کا پیشوائے قبیح اپنے رسالہ "ایضاح الحق الصریح" میں جما گیا تھا کہ اللہ تعالٰی کو مکان وجہت سے پاک جاننا بدعت و ضلالت ہے جس کے رد میں کوکبۂ شہابیہ نے تحفۂ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی یہ تحریر پیش کی تھی کہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے میں اللہ تعالٰی کے لئے مکان نہیں، نہ اس کے لئے فوق یا تحت کوئی جہت ہو سکتی ہے[1]۔ اور بحر الرائق و عالمگیری کی یہ عبارت:

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی[2]۔

یعنی اللہ تعالٰی کے لئے مکان ماننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

اور فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کی یہ عبارت:

رجل قال خدائے بر آسمان می داند کہ من چیزے ندارم یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان[3]

یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہو گیا اس لئے کہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے۔

اور فتاوٰی خلاصہ کی یہ عبارت:

لو قال نردبان بنہ و بآسمان بر آئے و با خدا جنگ کن یکفر، لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی[4]

اگر کوئی یہ کہے نیزہ لے اور آسمان پر جا اور خدا سے جنگ کر، تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کے لئے مکان مانا (ت)

(دیکھو کوکبۂ شہابیہ)

انھیں مجسمۂ گستاخ کے تازہ افراخ سے ایک صاحب سہسوانی بکاسہ لیسی گمراہ ہزاری علام نواب بھوپالی قنوجی آنجہانی از سر نو اس فتنۂ خوابیدہ کے بادی و بانی اور اس سبوح قدوس جل جلالہ

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نوری کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹

بحر الرائق ؍؍ باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی قاضی خاں ؍؍ باب مایکون کفرا من المسلم نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۳

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴

کی شان میں مدعی عیوب جسمی و مکانی ہوئے، چہارم محرم الحرام ۱۳۱۸ ہجریہ قدسیہ کو اس باب اور انھیں صاحب کے متعلق دو امر دیگر میں حضرت تاج المحققین عالم اہلسنت دام ظلہم العالی سے استفتاء ہوا حضرت نے نفس حکم بنہایت اجمال ارشاد فرمایا۔ پونے دو مہینے کے بعد لبست و ششم ۲۶ صفر کو ان کے متعلق ایک پریشان تحریر گمراہی و جہالت و سفاہت و ضلالت کی بولتی تصویر آئی ایسے ہذیانات کیا قابلِ التفات مگر حفظ عقائد عوام و نصرت سنت و اسلام کے لحاظ سے یہ چند سطور لوجہ اللہ مسطور، اہل حق بنگاہِ انصاف نظر فرمائیں اور امر عقائد میں کسی گمراہ مکار کے کہنے میں نہ آئیں، وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (مجھے توفیق صرف اللہ تعالٰی سے ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ت)

**مسئلہ ۱۵** از سہسوان قاضی محلہ مرسلہ حاجی فرحت علی صاحب ۴ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ رب العزت عرش پر بیٹھا ہے اور کہیں نہیں ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

## الجواب

اللہ عزوجل مکان و جہت و جلوس وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات و عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ یہ لفظ کہ اس شخص نے کہا سخت گمراہی کے معنے دیتا ہے اس پر توبہ لازم ہے عقیدہ اپنا مطابق اہل سنت کرے۔ واللہ الھادی۔

# نقل تحریر ضلالت تخمیر از نجدی بقیر

**مسئلہ** اللہ تعالٰی کا عرش پر ہی ہونا۔

## الجواب

الرحمٰن علی العرش استوٰی اللہ تعالٰی عرش پر بیٹھا یا چڑھا یا ٹھہرا۔ ان تین معنے کے سوا اس آیت میں جو کوئی اور معنے کہے گا وہ بدعتی ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے کلام شریف میں سات جگہ اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے۔ دیکھو فتح الرحمٰن تفسیر فارسی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و تفسیر موضح القرآن

مؤلفہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی و ترجمہ لفظی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی وکتاب الاسماء والصفات بیہقی وکتاب العلو امام ذہبی و تفسیر ابن کثیر و معالم التنزیل و جامع البیان و مدارک وغیرہا اور محیط ہونا باری تعالٰی کا ہر چیز پر فقط ازروئے علم ہے۔ قال تعالٰی : احاط بکل شیئ علما[1] (اللہ تعالٰی نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا) احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت ہے، چنانچہ بخاری کی معراج کی حدیث میں فرمایا:

وھو فی مکانہ[2] (اور وہ اپنے مکان میں ہے۔ ت)

اور مشکوٰۃ کے باب الاستغفار والتوبہ میں مسند احمد کی حدیث میں وارد ہے کہ:

وعزتی وجلالی وارتفاع مکانی الخ[3] میری عزت، میرے جلال اور میرے بلند مکان کی قسم الخ۔ (ت)

ہاں جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے بعض اشخاص بریلی نے جو علمِ منقول وعقائد اہل حق سے بے بہرہ ہیں اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزور گمراہی گمراہ بنایا وما لھم بہ من علم[4] (ان کو اس کا علم نہیں۔ ت) ایسے شخص سے اہلِ اسلام کو بچنا چاہیے۔

# ضربِ قہاری

۱۳۱۸ھ

مسلمانو! دیکھو اس گمراہ نے ان چند سطروں میں کیسی کیسی جہالتیں ضلالتیں تناقض سفاہتیں اللہ ورسول پر افترا، علما وکتب پر تہمتیں بھر دی ہیں:

**اولاً** ادعا کیا کہ استواء علی العرش میں بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنے کہے بدعتی ہے اور اسی کی سند میں بکمال جرأت وبیحیائی اُن نو کتابوں کے نام گن دیے۔

**ثانیاً** زعم کیا کہ احاطۂ الٰہی صرف ازروئے علم ہے حالانکہ اس مسئلہ کا یہاں کچھ ذکر نہ تھا مگر اس نے اس بیان سے اپنی وہ گمراہی پالنی چاہی ہے کہ اللہ تعالٰی عرش پر ہے اور عرش کے سوا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثانی " " " ص ۲۰۴

[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۸

پیدا کرنا لیا یہ انھیں معنی سوم کے قریب ہے جو اوپر گزرے۔

**ضرب ۳۵:** اس سُورۃ اور سورۃ فرقان کے سوا کہ وہاں استوار کی تفسیر سے سکوت مطلق ہے باقی پانچوں جگہ اُس کے معنے استیلاء وغلبہ وقابو بتائے۔ حدید میں ہے:

ثم استوی استولی علی العرش[1] (پھر عرش پر استواء فرمایا۔ ت)

رعد میں ہے:

استولی بالاقتدار ونفوذ السلطان[2] — اقتدار اور حکومت کا مالک ہوا۔ (ت)

اعراف میں ہے:

اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحٰنہ وتعالٰی مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمہا واعلاہا[3]

یعنی اللہ تعالٰی کا قابو اس کی تمام مخلوقات پر ہے، خاص عرش پر قابو ہونے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرش سب مخلوقات سے جسامت میں بڑا اور سب سے اوپر ہے۔

**ضرب ۳۶:** سورۃ طٰہٰ میں بعد ذکر معنے استیلاء ایک وجہ یہ نقل فرمائی:

لما کان الاستواء علی العرش وھو سریر الملک مما یردف الملک جعلوہ کنایۃ عن الملک فقال استوی فلان علی العرش ای ملک وان لم یقعد علی السریر البتۃ وھذا کقولک ید فلان مبسوطۃ ای جواد وان لم یکن لہ ید راسا[4]

یعنی جبکہ تخت نشینی آثار شاہی سے ہے تو عرف میں تخت نشینی بولتے اور اس سے سلطنت مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں فلاں شخص تخت نشین ہوا یعنی بادشاہ ہوا اگرچہ اصلاً تخت پر نہ بیٹھا ہو جس طرح تیرے اس کہنے سے کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے اُس کا سخی ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وُہ سرے سے ہاتھ ہی نہ رکھتا ہو۔

حاصل یہ کہ استوار علی العرش بمعنی بادشاہی ہے حقیقۃً بیٹھنا ہرگز لازم نہیں، جب

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۵۷/۴ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۲۳

[2] " " " " ۱۳/۲ " " " ۲/۲۴۱

[3] " " " " ۷/۵۴ " " " ۲/۵۶

[4] " " " " ۲۰/۵ " " " ۳/۴۸

کہیں نہیں۔

**ثالثاً** منہ بھر کر اُس سبوح قدوس کو گالی دی کہ اس کے لئے مکان ثابت ہے، عرش اس کا مکان ہے، اور اس کے ثبوت میں بزورِ زبان دو۲ حدیثیں نقل کر دیں۔

**رابعاً** یہ تین دعوے تو منطوق عبارت تھے مفہوم استثناء سے بتایا کہ استواء علی العرش کے معنے اللہ تعالٰی کا عرش پر بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

**خامساً** اپنے معبود کو بٹھانے، چڑھانے، ٹھہرانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے کہ جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے تمام متشابہات استواء کی طرح اُنھیں معانی پر محمول کر لیں جو اُن کے ظاہر سے مفہوم ہوتے ہیں۔

**سادساً** باوصف ان کے اصل دعوٰی یہ ہے کہ خدا عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ہم بھی ان چھ باتوں کی بعونہٖ تعالٰی اسی ترتیب پر چھ تپانچوں سے خبر لیں اور ساتویں تپانچے میں دو مسئلۂ باقیہ کے متعلق اجمالی گوشمالی کریں وباللہ التوفیق۔

# پہلا تپانچہ

گمراہ نے ادعا کیا کہ اللہ تعالٰی کے بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنے استواء کے کہے بدعتی ہے، اور اس پر اُن نو کتابوں کا حوالہ دیا۔

**ضربِ اوّل:** فقیر نے اگر یہ التزام نہ کیا ہوتا کہ اُس کی گنائی ہوئی کتابوں سے سند لاؤں گا تو آپ سیر دیکھتے کہ یہ تپانچہ اس گمراہ کو کیونکر خاک وخون میں لٹاتا مگر اجمالاً اقوال مذکورہ بالا ہی ملاحظہ ہوجائیں کہ اس گمراہ نے کس کس امام دین وسنت کو بدعتی بنادیا، امام۱ ابوالحسن علی ابن بطالی، امام۲ ابن حجر عسقلانی، امام۳ ابوطاہر قزوینی، امام۴ عارف شعرانی، امام۵ جلال الدین سیوطی، امام۶ اسمٰعیل ضریر حتّٰی۷ کہ خود امام اہلسنت سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، تو کم از کم اس ضرب کو سات ضرب سمجھئے بلکہ تیرہ۱۳ کہ امام نسفی وامام بیہقی وامام بغوی وامام علی بن محمد ابوالحسن طبری وامام ابوبکر بن فورک وامام ابومنصور بن ابی ایوب کے اقوال عنقریب آتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اس بدعتی کے طور پر معاذ اللہ بدعتی ہوئے، اور بیس۲۰ ضرب اوپر گزریں جملہ تینتیس۳۳ ہوئیں، آگے چلئے اور اب صرف اسی کے مستندوں سے اس کی خبر لیجئے۔

**ضرب ۳۴:** مدارک شریف سورۂ سجدہ میں استواء علی العرش کا حاصل اس کا احداث اور

خلق کے باب میں یہ محاورہ ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا سب ممکن تو خالق عزوجل کے بارے میں اُس سے معاذ اللہ حقیقۃً بیٹھنا سمجھ لینا کیسا ظلم صریح ہے۔

**ضرب ۳۷ :** معالم سورۂ اعراف کا بیان تو وہ تھا کہ اہلسنت کا طریقہ سکوت ہے اتنا جانتے ہیں کہ استوار اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور اس کے معنے کا علم اللہ کے سپرد ہے، یہ طریقہ سلف صالحین تھا، سورۂ رعد میں استوار کو علو سے تاویل کیا۔ یہ معنی دوم ہیں کہ اوپر گزرے۔

**ضرب ۳۸ :** امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں دربارۂ استوار ائمہ متقدمین کا وہ مسلک ارشاد فرمایا جس کا بیان اوپر گزرا۔ پھر فرمایا :

وذھب ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری الٰی ان اللہ تعالٰی جل ثناؤہ فعل فی العرش فعلا سماہ استواء کما فعل فی غیرہ فعلا سماہ رزقا او نعمۃ او غیرھما من افعالہ ثم لم یکیف الاستواء الا انہ جعلہ من صفات الفعل لقولہ تعالٰی ثم استوٰی علی العرش و ثم للتراخی والتراخی انما یکون فی الافعال وافعال اللہ تعالٰی توجد بلامباشرۃ منہ ایاھا ولا حرکۃ۔[1]

یعنی امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا ہے جس کا نام استوار رکھا ہے جیسے من و تو زید و عمرو کے ساتھ افعال فرمائے اور اُن کا نام رزق و نعمت وغیرہ رکھا اُس فعل استوار کی کیفیت ہم نہیں جانتے اتنا ضرور ہے کہ اُس کے افعال میں مخلوق کے ساتھ ملنا، چھونا، اُس سے لگا ہوا ہونا یا حرکت کرنا نہیں جیسے بیٹھنے چڑھنے وغیرہ میں ہے اور استوار کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا پھر عرش پر استوار کیا تو معلوم ہوا کہ استوا حادث ہے پہلے نہ تھا اور حدوث افعال میں ہو سکتا ہے اللہ تعالٰی کی صفات ذات حدوث سے پاک ہیں، تو ثابت ہوا کہ استوار اللہ تعالٰی کی کوئی صفت ذاتی نہیں بلکہ اس کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

**ضرب ۳۹:** ابوالحسن علی بن محمد طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے نقل فرمایا:

القدیم سبحٰنہ عال علی عرشہ لاقاعد ولاقائم ولا مماس و لامبائن عن العرش، یرید بہ مباینۃ الذات التی ھی بمعنی الاعتزال او التباعد لان المماسۃ والمباینۃ التی ھی ضدھا والقیام والقعود من اوصاف الاجسام، واللہ عزوجل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد، فلایجوز علیہ مایجوز علی الاجسام تبارک وتعالٰی[1]

مولٰی تعالٰی عرش پر علو رکھتا ہے مگر نہ اُس پر بیٹھا ہے نہ کھڑا، نہ اس سے لگا ہوا نہ اس معنی پر جُدا کہ اس سے ایک کنارے پر ہو یا دُور ہو کہ لگا یا الگ ہونا اور اٹھنا بیٹھنا تو جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے، نہ جنا نہ جنا گیا، نہ اس کے جوڑ کا کوئی، تو جو باتیں اجسام پر روا ہیں اللہ عزوجل پر روا نہیں ہوسکتیں۔

**ضرب ۴۰:** امام استاذ ابوبکر بن فورک سے نقل فرمایا کہ انھوں نے بعض ائمہ اہلسنت سے حکایت کی:

استوٰی بمعنی علا ولا یرید بذٰلک علوا بالمسافۃ والتحیز والکون فی مکان متمکنا فیہ ولکن یرید معنی قول اللہ عزوجل ءامنتم من فی السماء ای من فوقہا علٰی معنی نفی الحد عنہ و انہ لیس مما یحویہ طبق او یحیط بہ قطر[2]

یعنی استوا بمعنی علو ہے اور اس سے مسافت کی بلندی یا مکان میں ہونا مراد نہیں بلکہ یہ کہ وہ حد و نہایت سے پاک ہے، عرش و فرش کا کوئی طبقہ اُسے محیط نہیں ہوسکتا، نہ کوئی مکان اُسے گھیرے، اسی معنی پر قرآن عظیم میں اُسے آسمان کے اوپر فرمایا، یعنی اس سے بلند و بالا ہے کہ آسمان میں سما سکے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

قلت وھو علی ھذہ الطریقۃ من

حاصل یہ کہ اس طریقہ پر استوا رصفات ذات

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۲ و ۱۵۳

صفات الذات وکلمۃ، ثم تعلقت بالمستوی علیہ، لا بالاستواء وھو کقولہ عزوجل "ثم اللہ شھید علی ما یفعلون" یعنی ثم یکون عملھم فیشھدہ وقد اشار ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الی ھٰذہ الطریقۃ حکایۃ، فقال وقال بعض اصحابنا انہ صفۃ ذات ولا یقال لم یزل مستویا علی عرشہ کما ان العلم بان الاشیاء قد حدثت من صفات الذات، ولا یقال لم یزل عالما بان قد حدثت ولما حدثت بعد[1]

سے ہوگا کہ اللہ سبحٰنہ بذاتہ اپنی تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے نہ بلندی مکان بلکہ بلندی مالکیت وسلطان، اور اب پھر کا لفظ نظر بحدوث عرش ہوگا کہ وہ بلندی ذاتی ہر حادث سے اُس کے حدوث کے بعد متعلق ہوتی ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ پھر اللہ شاہد ہے اُن کے افعال پر یعنی جب ان کے افعال پیدا ہوئے تو شہودِ الٰہی ان سے متعلق ہوا جس طرح علمِ الٰہی قدیم ہے مگر یہ علم کہ چیز حادث ہوگئی اس کے حدوث کے بعد ہی متعلق ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ اشیاء پیدا ہوچکیں حالانکہ ہنوز ناپیدا تھیں۔

**ضرب ۱۴:** پھر امام اہلسنت قدس سرہ سے نقل فرمایا:

وجوابی ھو الاول وھو ان اللہ مستوٍ علی عرشہ وانہ فوق الاشیاء بائن منھا بمعنی انھا لا تحلہ ولا یحلھا ولا یمسھا ولا یشبھھا ولیست البینونۃ بالعزلۃ، تعالی اللہ ربنا عن الحلول والمماسۃ علوا کبیرا۔[2]

میرا قول وہی پہلا ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ فعلِ استوار کیا اور ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا اور سب سے جدا ہے بایں معنی کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ اُن میں، نہ وہ ان سے مس کرے نہ اُن سے کوئی مشابہت رکھے، اور یہ جدائی نہیں کہ اللہ تعالٰی اشیاء سے ایک کنارے پر ہو، ہمارا رب حلول و مس و فاصلہ و عزلت سے بہت بلند ہے۔ جل وعلا۔

دیکھو ائمہ اہلسنت بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کی کیسی جڑ کاٹ رہے ہیں۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

**ضرب ۴۲:** پھر امام اہلسنت سے نقل فرمایا:

وقد قال بعض اصحابنا ان الاستواء صفة الله تعالٰی ینفی الاعوجاج عنه[1]

یعنی بعض ائمہ اہلسنت نے فرمایا کہ صفت استواء کے معنے ہیں کہ اللہ عزوجل کجی سے پاک ہے۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) اس تقدیر پر استواء صفاتِ سلبیہ سے ہوگا جیسے غنی یعنی کسی کا محتاج نہیں، یونہی مستوی یعنی اس میں کجی اور اعوجاج نہیں اور اب علٰی ظرفِ مستقر ہوگا اور اسی علوِ ملک و سلطان کا مفید، اور ثم تراخی فی الذکر کے لئے، کقولہ تعالٰی ثم کان من الذین اٰمنوا[2] (پھر ایمان والوں میں ہوا۔ت) وقولہ تعالٰی خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون[3] (اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو فرمایا ہوجا، تو وہ ہوگیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

**ضرب ۴۳:** پھر امام استاذ ابومنصور ابن ابی ایوب سے نقل فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھ بھیجا:

ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الی ان الاستواء ھو القھر والغلبة، ومعناہ ان الرحمٰن غلب العرش وقھرہ، وفائدته الاخبار عن قھرہ مملوکاته، وانھا لم تقھرہ وانما خص العرش بالذکر لانه اعظم المملوکات فنبه بالاعلی علی الادنی، قال والاستواء بمعنی القھر والغلبة شائع فی اللغة کما یقال استوی فلان علی الناحیة اذا غلب اھلھا وقال الشاعر فی

یعنی بہت متاخرین علمائے اہل سنت اس طرف گئے کہ استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، آیت کے معنی یہ ہیں کہ رحمٰن عزجلالہ عرش پر غالب اور اس کا قاہر ہے، اور اس ارشاد کا فائدہ یہ خبر دینا ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنی تمام مملوکات پر قابو رکھتا ہے مملوکات کا اس پر قابو نہیں۔ اور عرش کا خاص ذکر اس لئے فرمایا کہ وہ جسامت میں سب مملوکات سے بڑا ہے، تو اس کے ذکر سے باقی سب پر تنبیہ فرمادی، اور استواء بمعنی قہر وغلبہ زبان عرب میں شائع ہے، پھر نثر ونظم سے اس کی نظیریں پیش کیں کہ

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳
[2] القرآن الکریم ۹۰/ ۱۷
[3] " " ۳/ ۵۹

بشر بن مروان سے

قد استوی بشر علی العراق
من غیر سیف و دم مھراق
یریدانہ غلب اھلہ من
غیر محاربۃ۔[1]

جب کوئی شخص کسی بستی والوں پر غالب آجائے تو کہا جاتا ہے "استوٰی فلاں علی الناحیۃ"۔ اور شاعر نے بشر بن مروان کے بارے میں کہا "تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر"۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگ کے بغیر بستی والوں پر غالب آگیا۔(ت)

گمراہ وہابیو! تم نے دیکھا کہ تمھاری ہی پیش کردہ کتابوں نے تمھیں کیا کیا سزائے کردار کو پہنچایا مگر تمھیں حیا کہاں!

## دُوسرا تپانچہ

جاہل بے خرد نے بک دیا کہ اللہ تعالٰی کا احاطہ فقط از روئے علم ہے اس میں اللہ عزوجل کی قدرت کا بھی منکر ہوا، اللہ عزوجل کی صفتِ بصر سے بھی بے بصر ہوا، اپنی مستندہ کتابوں کا بھی خلاف کیا، خود اپنی بیہودہ تحریر سے بھی تناقض و اختلاف کیا۔ وجوہ سنئے:

**ضرب ۴۴:** قال اللہ تعالٰی:

الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئ محیط۔[2]

سُنتا ہے وہ شک میں ہیں اپنے رب سے ملنے سے۔ سُنتا ہے خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

**ضرب ۴۵:** قال اللہ تعالٰی:

وکان اللہ بکل شیئ محیطا۔[3]

اللہ ہر شے کو محیط ہے۔

**ضرب ۴۶:** قال اللہ تعالٰی:

واللہ من ورائھم محیط۔[4]

اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ عزوجل کو محیط بتایا ہے، احاطہ علم کی آیت جُدا ہے:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۵۴

[3] " " ۴/ ۱۲۶

[4] " " ۸۵/ ۲۰

وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما[1] بیشک اللہ تعالٰی کا علم ہر شے کو محیط ہے (ت)

**ضرب ۴۷**: ترجمہ رفیعیہ میں ہے:

"خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے، خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔"[2]

**ضرب ۴۸**: اُسی میں ہے:

"اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا۔"[3]

**ضرب ۴۹**: اُسی میں ہے:

"اور اللہ اُن کے پیچھے سے گھیر رہا ہے۔"[4]

**ضرب ۵۰**: موضح القرآن میں ہے:

"سُنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے، سُنتا ہے وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو۔"[5]

**ضرب ۵۱**: اُسی میں زیرِ آیت ثالثہ ہے:

"اور اللہ نے اُن کے گرد سے گھیرا ہے۔"[6]

ان دونوں تیرے مستند مترجموں نے بھی یہ احاطہ خود اللہ عزوجل ہی کی طرف نسبت کیا۔

**ضرب ۵۲**: اُسی میں زیرِ آیت ثانیہ ہے:

"اللہ کے ڈھب میں ہے سب چیز۔"[7] یہ احاطہ از روئے قدرت لیا۔

**ضرب ۵۳**: جامع البیان میں زیرِ آیت اُولٰی ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۴۱/ ۵۴ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۹ و ۵۳۰

[3] " " " ۴/ ۱۲۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۰۹

[4] " " " ۸۵/ ۱۲ " " " ص ۶۵

[5] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۵۱۱

[6] " " " " " " " " ص ۷۱۶

[7] " " " " " " " " ص ۱۲۰

الکل تحت علمه و قدرته۔[1] یعنی سب اُس کے علم وقدرت کے نیچے ہیں۔

**ضرب ۵۴**: زیرآیت ثانیہ ہے:

بعلمه و قدرته اللہ علم وقدرت دونوں کی رُو سے محیط ہے۔[2]

**ضرب ۵۵**: مدارک شریف میں زیرآیت ثالثہ ہے:

عالم باحوالهم وقادر علیهم وهم لا یعجزونه۔[3] یعنی اللہ اُن کے احوال کا عالم اور اُن پر قادر ہے وہ اسے عاجز نہیں کرسکتے۔

**ضرب ۵۶**: کتاب الاسماء میں ہے:

المحیط راجع الی کمال العلم و القدرة۔[4] اسم الٰہی محیط کے معنے کمال علم وقدرت کی طرف راجع ہیں۔

ان تیرے مستندوں نے احاطہ فقط ازروئے علم ہونا کیسا باطل کیا۔

**ضرب ۵۷**: اللہ عزوجل کی بصر بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

انه بکل شیئ بصیر۝[5] اللہ تعالٰی ہرچیز کو دیکھ رہا ہے۔

**ضرب ۵۸**: اس کا سمع بھی محیط اشیاء ہے۔

کما حققه عالم اهل السنة مدظله فی منهیات سبحٰن السبوح۔ جیسا کہ عالم اہلسنت نے "سبحٰن السبوح" کے منہیات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے (ت)

**ضرب ۵۹**: قدرت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر۝[6] بیشک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے (ت)

**ضرب ۶۰**: خالقیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

خالق کل شیئ فاعبدوه۔[7] اللہ تعالٰی ہر شے کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ (ت)

---

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن آیۃ ۵۴/۴۱ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/۲۵۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۱۲۶ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۴۶

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) ؍؍ ۸۵/۲۰ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۴۷

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع فی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۸۱

[5] القرآن الکریم ۶۷/۱۹ [6] القرآن الکریم ۲/۲۰ و ۲/۱۰۶ و ۲/۱۰۹ و ۲/۱۴۸ وغیرہ

[7] ؍؍ ؍؍ ۶/۱۰۲

**ضرب ۶۱:** مالکیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی،

بیدہ ملکوت کل شیئ[1] اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے (ت)

اس بے خرد وہابی نے فقط ازروئے علم کہہ کر ان تمام صفاتِ الٰہیہ کے احاطہ سے انکار کردیا، آنکھیں رکھتا ہو تو سوجھے کہ اپنی گہری جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں کتنی آیتوں کا رد کرگیا۔

بالجملہ اگر مذہب متقدمین لیجئے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولٰی تعالٰی کا علم محیط ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں فرمایا، اور احاطۂ علم کے معنی ہمیں معلوم ہیں کہ

لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض[2] اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

اور ہمارا مولٰی عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورۂ نساء، سورۂ فصلت و سورۂ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ورا ہے۔

اٰمنا بہ کل من عند ربنا[3] ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (ت)

اور اگر مسلک متاخرین چلئے تو اللہ تعالٰی جس طرح ازروئے علم محیط ہے یونہی ازروئے قدرت ازروئے سمع و از راہِ بصر و از جہت ملک و ازوجہِ خلق وغیر ذلک، تو فقط علم میں احاطہ منحصر کردینا ان سب صفات و آیات سے منکر ہو جانا ہے۔

**ضرب ۶۲:** بیوقوف چند سطر بعد مانے گا کہ جتنی صفتیں کلامِ شارع میں وارد ہیں اُن سے سکوت نہ ہوگا یہاں احاطۂ ذات سے سکوت کیسا، انکار کرگیا مگر وہابی را حافظہ نباشد، یہ کیسا صریح تناقض ہے۔

## تیسرا تپانچہ

## اصل تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے مجسمی گمراہی کا منہ ہو جائے

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۸۳

[2] " " ۳۴/۳

[3] " " ۳/۷

تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ہ (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ت)

**ضرب ۶۳:** وہابیہ مجسمہ کے پیر مغاں اسمٰعیل آنجہانی علیہ ما علیہ کے دادا پیر اور استاد اور باپ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد اوپر گزرا کہ اہلسنت کے اعتقاد میں اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے، اس کے بدعتی ہونے میں اُنھیں کا فتوٰی کافی۔

**ضرب ۶۴ تا ۶۷:** بحرالرائق و عالمگیری و قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ کی عبارتیں بھی اوپر گزریں کہ جو اللہ عزوجل کے لئے مکان مانے کافر ہے۔

یہ تو اوپر کے پانچ تھے اب اصل طرز کے لیجئے یعنی اُسی کی مستند کتابوں سے اُسے رگیدنا، پھر کچھ دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے جگردوز جوشن گزار تیروں سے مجسمیت کا کلیجا چھیدنا۔ و باللہ التوفیق و وصول التحقیق۔

**ضرب ۶۸:** مدارک شریف سورۂ اعراف میں ہے،

انہ تعالٰی کان قبل العرش ولا مکان و ھو الاٰن کما کان لان التغیر من صفات الاکوان[1]

بیشک اللہ تعالٰی عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام و نشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لئے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

**ضرب ۶۹:** یونہی سورۂ طٰہٰ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکانِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے۔ عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

**ضرب ۷۰:** سورۂ یونس میں فرمایا:

ای استولی فقد یقدس الدیان جل وعز عن المکان و المعبود عن الحدود[2]

استوا بمعنی استیلاء و غلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لئے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود جل وعلا حد و نہایت سے منزّہ ہے۔

ہزار نفرین اُس بیحیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

[2] 〃 〃 〃 ۱۰/۳ 〃 〃 〃 ۲/۱۵۳

**ضرب ۱۷ :** امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام اجل ابوعبداللہ حلیمی سے زیر اسم پاک متعالی نقل فرماتے ہیں :

معناہ المرتفع عن ان یجوز علیہ مایجوز علی المحدثین من الازواج والاولاد والجوارح والاعضاء و اتخاذ السریر للجلوس علیہ ، والاحتجاب بالستور عن ان تنفذ الابصار الیہ ، و الانتقال من مکان الٰی مکان ، و نحو ذٰلک فان اثبات بعض ھذہ الاشیاء یوجب النھایۃ ولبعضھا یوجب الحاجۃ ، وبعضھا یوجب التغیر والاستحالۃ ، و شیئ من ذٰلک غیر لائق بالقدیم ولاجائز علیہ[1]

یعنی نام الٰہی متعالی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل اس سے پاک و منزہ ہے کہ جو باتیں مخلوقات پر روا ہیں جیسے جورو، بیٹا، آلات، اعضاء، تخت پر بیٹھنا، پردوں میں چھپنا، ایک مکان سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا (جس طرح چڑھنے اُترنے، چلنے، ٹھہرنے میں ہوتا ہے) اس پر روا ہوسکیں اس لئے کہ ان میں بعض باتوں سے نہایت لازم آئے گی بعض سے احتیاج بعض سے بدلنا متغیر ہونا اور ان میں سے کوئی امر اللہ عزوجل کے لائق نہیں، نہ اس کے لئے امکان رکھے۔

کیوں پچتائے تو نہ ہوگے کتاب الاسماء کا حوالہ دے کر، تف ہزار تف وہابیہ مجسمہ کی بے حیائی پر۔

**ضرب ۲۷ :** باب ماجاء فی العرش میں امام سلیمٰن خطابی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں :

لیس معنی قول المسلمین ان اللہ تعالٰی استوی علی العرش ھو انہ مماس لہ ، او متمکن فیہ ، او متحیز فی جھۃ من جھاتہ ، لکنہ بائن من جمیع خلقہ ، وانما ھو خبر جاء بہ التوقیف فقلنا بہ ونفینا عنہ التکییف اذ لیس کمثلہ شیئ وھو

مسلمانوں کے اس قول کے کہ "اللہ تعالٰی عرش پر ہے" یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا وہ اس کا مکان ہے یا وہ اس کی کسی جانب میں ٹھہرا ہوا ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوق سے نرالا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لئے کہ اللہ کے مشابہ کوئی

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۲۹۱، ۲۹۲

السمیع العلیم[1] چیز نہیں اور وہی ہے سننے دیکھنے والا۔

**ضرب ۷۳:** اُس سے گزرا کہ اللہ عزوجل کے علو سے اُس کا مکانِ بالا میں ہونا مراد نہیں، مکان اُسے نہیں گھیرتا۔

**ضرب ۷۴:** نیز یہ کلیہ بھی گزرا کہ جو اجسام پر روا ہے اللہ عزوجل پر روا نہیں۔

**ضرب ۷۵:** اُسی میں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طبقات آسمان پھر اُن کے اُوپر عرش پھر طبقاتِ زمین کا بیان کرکے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم احدکم بحبل الی الارض السابعۃ لھبط علی اللہ تبارک وتعالٰی ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن[2]

قسم اُس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم کسی کو رسّی کے ذریعہ سے ساتویں زمین تک لٹکاؤ تو وہاں بھی وہ اللہ عزوجل ہی تک پہنچے گا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ ہی ہے اول و آخر و ظاہر و باطن۔

اس حدیث کے بعد امام فرماتے ہیں:

الذی روی فی اٰخر ھٰذا الحدیث اشارۃ الٰی نفی المکان عن اللہ تعالٰی وان العبد اینما کان فھو فی القرب والبعد من اللہ تعالٰی سواء، وانہ الظاھر، فیصح ادراکہ بالادلۃ، الباطن فلا یصح ادراکہ بالکون فی مکان[3]

اس حدیث کا پچھلا فقرہ اللہ عزوجل سے نفی مکان پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ بندہ کہیں ہو اللہ عزوجل سے قُرب و بُعد میں یکساں ہے اور یہ کہ اللہ ہی ظاہر ہے تو دلائل سے اُسے پہچان سکتے ہیں اور وہی باطن ہے کسی مکان میں نہیں کہ یوں اُسے جان سکیں۔

**اقول** یعنی اگر عرش اُس کا مکان ہوتا تو جو ساتویں زمین تک پہنچا وہ اُس سے کمال دُوری و بُعد پر ہو جاتا نہ کہ وہاں بھی اللہ ہی تک پہنچتا اور مکانی چیز کا ایک آن میں دو مختلف

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۳۹

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/۱۴۴

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مکان میں موجود ہونا محال، اور یہ اُس سے بھی شنیع تر ہے کہ عرش تا فرش تمام مکانات بالا و زیریں دفعۃً اس سے بھرے ہوئے مانو کہ تجزیہ وغیرہ صدہا استحالے لازم آنے کے علاوہ معاذ اللہ اللہ تعالٰی کو اسفل و ادنٰی کہنا بھی صحیح ہوگا لاجرم قطعاً یقیناً ایمان لانا پڑے گا کہ عرش و فرش کچھ اُس کا مکان نہیں، نہ وہ عرش میں ہے نہ ماتحت الثرٰی میں، نہ کسی جگہ میں، ہاں اس کا علم و قدرت و سمع و بصر و ملک ہر جگہ ہے جس طرح امام ترمذی نے جامع میں ذکر فرمایا۔

**ضرب ۷۶:** پھر فرمایا:

واستدل بعض اصحابنا فی نفی المکان عنہ تعالٰی بقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "انت الظاھر فلیس فوقک شیئ وانت الباطن فلیس دونک شیئ" واذا لم یکن فوقہ شیئ ولا دونہ شیئ لم یکن فی مکان[1]

یعنی اور بعض ائمہ اہلسنت نے اللہ عزوجل سے نفی مکان پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا کہ اپنے رب عزوجل سے عرض کرتے ہیں تو ہی ظاہر ہے تو کوئی تجھ سے اوپر نہیں، اور تو ہی باطن ہے تو کوئی تیرے نیچے نہیں، جب اللہ عزوجل سے نہ کوئی اوپر ہوا نہ کوئی نیچے تو اللہ تعالٰی کسی مکان میں نہ ہوا۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف و سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ورواہ البیھقی فی الاسم الاول والاخر (اسے بیہقی نے اسم اول و آخر میں ذکر کیا ہے۔ت)

**اقول** حاصل دلیل یہ کہ اللہ عزوجل کا تمام امکنہ زیر و بالا کو بھرے ہونا تو بداہۃً محال ہے ورنہ وہی استحالے لازم آئیں، اب اگر مکان بالا میں ہوگا تو اشیاء اس کے نیچے ہوں گی اور مکان زیریں میں ہُوا تو اشیاء اُس سے اُوپر ہوں گی اور وسط میں ہوا تو اُوپر نیچے دونوں ہونگی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں، نہ اس سے اوپر کچھ ہے نہ نیچے کچھ۔ تو واجب ہوا کہ مولٰے تعالٰے مکان سے پاک ہو۔

**ضرب ۷۷:** عرش فرش جس جگہ کو معاذ اللہ مکانِ الٰہی کہو اللہ تعالٰے ازل سے اس میں متمکن تھا یا اب متمکن ہُوا، پہلی تقدیر پر وہ مکان بھی ازلی ٹھہرا اور کسی مخلوق کو ازلی ماننا باجماع مسلمین

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۴۴

کفر ہے دوسری تقدیر پر اللہ عزوجل میں تغیر آیا اور یہ خلافِ شانِ الوہیت ہے۔

**ضرب ۷۸:** **اقول** مکان خواہ بُعدِ موہوم ہو یا مجرد یا سطح حاوی مکین کو اُس کا محیط ہونا لازم، محیط یا مماس بعض شئے مکان بعض یا بعض مکان ہے نہ مکان شئے، مثلاً ٹوپی کو نہیں کہہ سکتے کہ پہننے والے کا مکان۔ تم جوتا پہنے ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ تمہارا مکان جُوتے میں ہے، تو عرش اگر معاذ اللہ مکانِ الٰہی ہو لازم کہ اللہ عزوجل کو محیط ہو، یہ محال ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وکان اللہ بکل شیئ محیطا[1] اللہ تعالٰی عرش و فرش سب کو محیط ہے۔ وہ احاطہ جو عقل سے وراء ہے اور اس کی شانِ قدوسی کے لائق ہے اس کا غیر اسے محیط نہیں ہوسکتا۔

**ضرب ۷۹:** نیز لازم کہ اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔

**ضرب ۸۰:** نیز محدود و محصور ہو۔

**ضرب ۸۱:** ان سب شناعتوں کے بعد جس آیت سے عرش کی مکانیت نکالی تھی وہی باطل ہوگئی، آیت میں عرش پر فرمایا ہے اور عرش مکانِ خدا ہو تو خدا عرش کے اندر ہوگا نہ کہ عرش پر۔

**ضرب ۸۲:** **اقول** جب تیرے نزدیک تیرا معبود مکانی ہوا تو دو حال سے خالی نہیں جزء لایتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا، اول باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرا معبود ہر چھوٹی چیز سے چھوٹا ہوا، ایک دانۂ ریگ کے ہزارویں لاکھویں حصّے سے بھی کمتر ہُوا، نیز اس صورت میں صدہا آیات و احادیث عین وید و وجہ و ساق وغیرہا کا انکار ہوگا کہ جب متشابہات ظاہر پر محمول ٹھہریں تو یہاں بھی معانی مفہومۂ ظاہرہ مراد لینے واجب ہوں گے اور جزء لایتجزی کے لئے آنکھ، ہاتھ، چہرہ، پاؤں ممکن نہیں۔ اگر کہئے وہ ایک ہی جُزء ان سب اعضاء کے کام دیتا ہے، لہذا ان ناموں سے مسمّی ہوا تو یہ بھی باطل ہے کہ **اولاً** تو اس کے لئے یہ اشیاء مانی گئی ہیں نہ یہ کہ وہ خود یہ اشیاء ہے۔ **ثانیاً** باعیننا اور بل یداہ کا کیا جواب ہوگا کہ جزء لایتجزی میں دو فرض نہیں کرسکتے اور مبسوطتان تو صراحۃً اس کا ابطال ہے جو ہر فرد میں بسط کہاں، اور ثانی بھی باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرے معبود کے ٹکڑے ہوسکیں گے اس میں حصے فرض کرسکیں گے اور معبودِ حق عزجلالہ اس سے پاک ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶

**ضرب ۸۳ : اقول** جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن، یا تو وہ بیٹھک اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی باقی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس بیٹھک پر نہ آیا کچھ حصہ باہر ہے۔ اللہ عزوجل میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصّے عرش میں ہو سکتے ہیں اُس میں بھی ہو سکیں گے، اور چھوٹا ہو تو اُسے خدا کہنے سے عرش کو خدا کہنا اَولٰی ہے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہو گئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔

**ضرب ۸۴ : اقول** خدا اس عرش سے بھی بڑا بنا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا حالانکہ ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر[1] (بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) اور اگر ہاں تو اب اگر خدا عرش سے چھوٹا نہیں برابر بھی ہو تو جب عرش سے بڑا بنا سکتا ہے اپنے سے بڑا بھی بنا سکتا ہے کہ جب دونوں برابر ہیں تو جو عرش سے بڑا ہے خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہے تو غیر متناہی بڑا نہیں ہو سکتا کہ لاتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے باطل ہے لاجرم بقدر متناہی بڑا ہوگا، مثلاً عرش سے دونا فرض کیجئے، اب عرش سے سوائی ڈیوڑھی پونے دگنی دگنی مقداروں کو پُوچھتے جائیے کہ خدا ان کے بنانے پر قادر ہے یا نہیں، جہاں انکار کروگے خدا کو عاجز کہوگے اور اقرار کرتے جاؤگے تو وہی مصیبت آڑے آئے گی کہ خدا اپنے سے بڑا بنا سکتا ہے۔

**ضرب ۸۵ : اقول** یہ تو ضرور ہے کہ خدا جب عرش پر بیٹھے تو عرش سے بڑا ہو ورنہ خدا اور مخلوق برابر ہو جائیں گے یا مخلوق اس سے بڑی ٹھہرے گی، اور جب وہ بیٹھنے والا اپنی بیٹھک سے بڑا ہے تو قطعاً اس پر پورا نہیں آسکتا جتنا بڑا ہے اتنا حصہ باہر رہے گا تو اس میں دو حصّے ہوئے ایک عرش سے لگا اور ایک الگ۔ اب سوال ہوگا کہ یہ دونوں حصّے خدا ہیں یا جتنا عرش سے لگا ہے وہی خدا ہے باہر والا خدائی سے جُدا ہے یا اس کا عکس ہے یا اُن میں کوئی خدا نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ خدا ہے، پہلی تقدیر پر دو خدا لازم آئیں گے، دوسری پر خدا و عرش برابر ہو گئے کہ خدا تو اِتنے ہی کا نام رہا جو عرش سے ملا ہوا ہے، تیسری تقدیر پر خدا عرش پر نہ بیٹھا کہ جو خدا ہے وہ الگ ہے اور جو لگا ہے وہ خدا نہیں، چوتھی پر عرش خدا کا مکان نہ ہُوا کہ وہ اگر مکان ہے تو اُتنے ٹکڑے کا جو اس سے ملا ہے اور وہ خدا نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۱۰۶ و ۱۰۹ و ۱۴۸ وغیرہ۔

ضرب ۸۶ : **اقول** جو مکانی ہے اور جزء لایتجزی کے برابر نہیں اُسے مقدار سے مفر نہیں اور مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے اور مقدار متناہی کے افراد نامتناہی ہیں اور شخص معین کو اُن میں سے کوئی قدر معین ہی عارض ہوگی، تو لاجرم تیرا معبود ایک مقدار مخصوص محدود پر ہوا اس تخصیص کو علت سے چارہ نہیں مثلاً کروڑ گز کا ہے تو دو کروڑ کا کیوں نہ ہُوا، دو کروڑ کا ہے تو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، اس تخصیص کی علت تیرا معبود آپ ہی ہے یا اس کا غیر، اگر غیر ہے جب تو سچا خدا وہی ہے جس نے تیرے معبود کو اِتنے یا اُتنے گز کا بنایا، اور اگر خود ہی ہو تاہم بہر حال اُس کا حادث ہونا لازم کہ امور متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف، اور ہر مخلوق بالارادہ حادث ہے تو وہ مقدار مخصوص حادث ہوئی اور مقداری کا وجود بے مقدار کے محال، تو تیرا معبود حادث ہوا، اور تقدم الشیئ علٰی نفسہٖ کا لزوم علاوہ۔

ضرب ۸۷ : **اقول** ہر مقدار متناہی قابلِ زیادت ہے تو تیرے معبود سے بڑا اور اس کے بڑے سے بڑا ممکن۔

ضرب ۸۸ : **اقول** جہات فوق و تحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال، ہر بچہ جانتا ہے کہ کسی چیز کو اُوپر نہیں کہہ سکتے جب تک دوسری چیز نیچی نہ ہو، اور ازل میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحیح بخاری شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کان اللہ تعالٰی ولم یکن شیئ غیرہٗ۔[1] اللہ تعالٰی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

تو ازل میں اللہ عزوجل کا فوق یا تحت ہونا محال، اور جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ کتاب الاسماء والصفات میں امام ابو عبداللہ حلیمی سے ہے:

اذا قیل للہ العزیز فانما یراد بہ الاعتراف لہ بالقدم الذی لایتھیأ معہ تغیرہ عما لم یزل علیہ من القدرۃ والقوۃ، و

جب اللہ تعالٰی کو عزیز کہا جائے تو اس سے اس کے قدم کا اعتراف ہے کہ جس کی بناء پر ازل سے اسکی قدرت و طاقت پر کوئی تغیر نہیں ہوا، اور اللہ تعالٰی کی پاکیزگی کی طرف راجع ہے ان چیزوں سے جو

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی وھو الذی یبدؤ الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

| | |
|---|---|
| ذٰلک عائد الی تنزیھہ تعالٰی عما یجوز علی المصنوعین لاعراضھم بالحدوث فی انفسھم للحوادث ان تصیبھم و تغیرھم[1] | مخلوق کے لئے ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ خود اور ان کے حوادث تغیر پاتے ہیں۔ (ت) |

**ضرب ۸۹ : اقول** ہر ذی جہت قابل اشارہ حسیہ ہے کہ اُوپر ہوا تو اُنگلی اُوپر کو اٹھا کر بتا سکتے ہیں کہ وُہ ہے اور نیچے ہُوا تو نیچے کو۔ اور ہر قابل اشارہ حسیہ متحیز ہے اور متحیز جسم یا جسمانی ہے اور ہر جسم و جسمانی محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک ہے تو واجب ہوا کہ جہت سے پاک ہو، نہ اوپر ہو نہ نیچے، نہ آگے نہ پیچھے، نہ دہنے نہ بائیں تو قطعاً لازم کہ کسی مکان میں نہ ہو۔

**ضرب ۹۰ : اقول** عرش زمین سے غایت بُعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں۔ قال اللہ تعالٰی :

| | |
|---|---|
| نحن اقرب الیہ من حبل الورید[2] ۝ | ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت) |

قال اللہ تعالٰی :

| | |
|---|---|
| اذا سألک عبادی عنی فانی قریب[3] | جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ (ت) |

تو اگر عرش پر اللہ عزوجل کا مکان ہوتا اللہ تعالٰی ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنصِ قرآن باطل ہے۔

**ضرب ۹۱ :** مولٰی تعالٰی اگر عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اُتر بھی سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، اور اگر ہاں تو جب اُترے گا عرش سے نیچے ہوگا تو اس کا اسفل ہونا بھی ممکن ہُوا اور اسفل خدا نہیں۔

**ضرب ۹۲ : اقول** اگر تیرے معبود کے لئے مکان ہے اور مکان و مکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہوگا یا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط۔ اوّل باطل ہے بوجوہ :

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۲

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[3] " " ۲/ ۱۸۶

**اولاً** آیہ کریمہ وکان اللہ بکل شیئ محیطا[1] (اللہ تعالٰی کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ ت) کے مخالف ہے۔

**ثانیاً** کریمہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[2] (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ ت) کے خلاف ہے۔

**ثالثاً** زمین کروی یعنی گول ہے اور اُس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوئی ہے اور بحمد اللہ ہر جگہ اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دُنیا میں سب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعتِ مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[3]۔ وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

اور صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان احدکم اذا کان فی الصلٰوۃ فان اللہ تعالٰی قبل وجہہ فلا یتنخمن احد قبل وجہہ فی الصلٰوۃ[4]۔ جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اُس کے مُنہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھکار نہ ڈالے۔

اگر اللہ تعالٰی ایک ہی طرف ہے تو ہر پارۂ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکر ہوسکتا ہے۔

**رابعاً** ان گمراہوں مکان وجہت ماننے والوں کے پیشواؤں ابن تیمیہ وغیرہ نے اللہ تعالٰی کے جہت بالا میں ہونے پر خود ہی یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمام جہان کے مسلمان دُعا و مناجات کے وقت ہاتھ اپنے سروں کی طرف اٹھاتے ہیں۔ ظاہر کہ یہ دلیل ذلیل طبل کلیل کہ ائمہ کرام جس کے پرخچے اُڑا چکے اگر ثابت کرے گی تو اللہ عزوجل کا سب طرف سے محیط ہونا کہ ایک ہی طرف ہوتا تو دینی کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶
[2] " " ۲/ ۱۱۵
[3] " " ۲۵/ ۱
[4] صحیح البخاری کتاب الاذان باب حل یلتفت لامر ینزل بہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۴

مسلمان سر کی طرف ہاتھ اٹھاتے جہاں وہ سروں کے مقابل ہے باقی اطراف کے مسلمان سروں کی طرف کیونکر اٹھاتے بلکہ سمت مقابل کے رہنے والوں پر لازم ہوتا کہ اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھائیں کہ ان مجسمہ کا معبود اُن کے پاؤں کی طرف ہے۔ بالجملہ پہلی شق باطل ہے۔ رہی دوسری اس پر یہ احاطہ عرش کے اندر اندر ہرگز نہ ہوگا ورنہ استواء باطل ہو جائے گا، ان کا معبود عرش کے اوپر نہ ہوگا نیچے قرار پائے گا، لاجرم عرش کے باہر سے احاطہ کرے گا اب عرش ان کے معبود کے پیٹ میں ہوگا تو عرش اُس کا مکان کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ وہ عرش کا مکان ٹھہرا اور اب عرش پر بیٹھنا بھی باطل ہوگیا کہ جو چیز اپنے اندر ہو اس پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے کیا تمھیں کہیں گے کہ تم اپنے دل یا جگر یا طحال پر بیٹھے ہوئے ہو، گمراہو! حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے۔

**ضرب ۹۳: اقول** شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا، یہی حکم دلیل قطعی ہے کہ اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے، اگر خود حضرت عزت جلالہ کے لئے طرف و جہت ہوتی تو محض مہمل و باطل تھا کہ اصل معبود کی طرف منہ کر کے اس کی خدمت میں کھڑا ہونا اس کی عظمت کے حضور بیٹھ جھکانا اُس کے سامنے خاک پر منہ ملنا چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہے، بادشاہ کا مجرئی اگر بادشاہ کو چھوڑ کر دیوان خانہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے آداب مجرا بجالائے اور دیوار ہی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے تو بے ادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔ ہاں اگر معبود سب طرف سے زمین کو گھیرے ہوتا تو البتہ جہت قبلہ مقرر کرنے کی جہت نکل سکتی کہ جب وہ ہر سمت سے محیط ہے تو اس کی طرف منہ تو ہر حال میں ہوگا ہی، ایک ادب قاعدے کے طور پر ایک سمت خاص بنا دی گئی، مگر معبود ایسے گھیرے سے پاک ہے کہ یہ صورت دو ہی طور پر متصور ہے، ایک یہ کہ عرش تا فرش سب جگہیں اس سے بھری ہوں جیسے ہر خلا میں ہوا بھری ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عرش سے باہر باہر افلاک کی طرح محیط عالم ہو اور بیچ میں خلا جس میں عرش و کرسی، آسمان و زمین و مخلوقات واقع ہیں، اور دونوں صورتیں محال ہیں۔ پچھلی اس لئے کہ اب وہ صمد نہ رہے گا، صمد وہ جس کے لئے جوف نہ ہو، اور اس کا جوف تو اتنا بڑا ہوا معہذا جب خالق عالم آسمان کی شکل پر ہوا تو تمھیں کیا معلوم ہوا کہ وہ یہی آسمان اعلیٰ ہو جسے فلک اطلس و فلک الافلاک کہتے ہیں، جب تشبیہ ٹھہری تو اس کے استحالے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے، اور پہلی صورت اس سے بھی شنیع تر و بدیہی البطلان ہے کہ جب مجسمہ گمراہوں کا وہی معبود عرش تا فرش ہر مکان کو بھرے ہوئے ہے تو معاذ اللہ ہر پاخانے غسل خانے میں ہوگا مردوں کے پیٹ اور عورتوں کے

رحم میں بھی ہوگا، راہ چلنے والے اُسی پر پاؤں اور جُوتا رکھ کر چلیں گے معہذا اس تقدیر پر تمھیں کیا معلوم کہ وہ یہی ہوا ہو جو ہر جگہ بھری ہے۔ جب احاطۂ جسمانیہ ہر طرح باطل ہوا تو بالضرورۃ ایک ہی کنارے کو ہوگا اور شک نہیں کہ کرۂ زمین کے ہر سمت رہنے والے جب نمازوں میں کعبے کو منہ کریں گے تو سب کا منہ اس ایک ہی کنارے کی طرف ہوگا جس میں تم نے خدا کو فرض کیا ہے بلکہ ایک کا منہ ہے تو دوسرے کی پیٹھ ہوگی، تیسرے کا بازو، ایک کا سر ہوگا تو دوسرے کے پاؤں۔ یہ شریعت مطہرہ کو سخت عیب لگانا ہوگا۔ لاجرم ایمان لانا فرض ہے کہ وہ غنی بے نیاز مکان وجہت وجملہ اعراض سے پاک ہے وللہ الحمد۔

**ضرب ۹۴:** اقول صحیحین میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ و ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ینزل ربنا کل لیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاٰخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ[1] الحدیث۔

ہمارا رب عزوجل ہر رات تہائی رات رہے اس آسمانِ زیریں تک نزول کرتا اور ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

اور ارصاد صحیحہ متواترہ نے ثابت کیا ہے کہ آسمان و زمین دونوں گول بشکل کرہ ہیں آفتاب ہر آن طلوع وغروب میں ہے، جب ایک موضع میں طالع ہوتا ہے تو دوسرے میں غروب کرتا ہے، آٹھ پہر یہی حالت ہے تو دن اور رات کا ہر حصہ بھی یونہی آٹھ پہر باختلاف مواضع موجود رہے گا اس وقت یہاں تہائی رات رہی تو ایک لحظہ کے بعد دوسری جگہ تہائی رہے گی جو پہلی جگہ سے ایک مقدار خفیف پر مغرب کو ہٹی ہوگی ایک لحظہ بعد تیسری جگہ تہائی رہے گی وعلٰی ہذا القیاس، تو واجب ہے کہ مجسمہ کا معبود جن کے طور پر یہ نزول وغیرہ سب معنی حقیقی پر حمل کرنا لازم، ہمیشہ ہر وقت آٹھوں پہر بارھوں مہینے اسی نیچے کے آسمان پر رہتا ہو، غایت یہ کہ جو رات سرکتی جائے خود بھی ان لوگوں کے محاذات میں سرکتا ہو خواہ آسمان پر ایک ہی جگہ بیٹھا آواز دیتا ہو بہرحال جب ہر وقت اسی آسمان پہ براج رہا ہے تو عرش پر بیٹھنے کا کون سا وقت آئے گا اور آسمان پر اُترنے کے کیا معنے ہوں گے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب الدعاء والصلوٰۃ من آخر اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۳
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات الخ " " ۱/۲۵۸

بحمداللہ یہ بیس دلائل جلائل مثبت حق و مبطل باطل ہیں، تین افادہ ائمہ کرام اور سترہ افاضہ مولائے علام کہ بلا مراجعت کتاب ارتجالاً لکھ دیں، چودہ ایک جلسہ واحدہ خفیفہ میں اور باقی تین نماز کے بعد جلسہ ثانیہ میں۔ اگر کتب کلامیہ کی طرف رجوع کی جائے تو ظاہر اً بہت دلائل ان میں ان سے جدا ہونگے بہت ان میں جدید و تازہ ہونگے اور عجب نہیں کہ بعض مشترک بھی ملیں مگر نہ زیادہ کی فرصت نہ حاجت، نہ اس رسالے میں کتب دیگر سے استناد کا قرارداد، لہذا اسی پر اقتصار و قناعت، اور توفیق الٰہی ساتھ ہو تو انھیں میں کفایت و ہدایت، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اب ردّ جہالات مخالف لیجئے یعنی وہ جو اس بے علم نے اپنی گمراہی کے زور میں دو حدیثیں پیش نخویش اپنی مفید جان کر پیش کیں۔

**ضرب ۹۵:** حدیث صحیح بخاری تو ان علامۃ الدہر صاحب نے بالکل آنکھیں بند کرکے لکھ دی اپنے معبود کا مکانی و جسم ہونا جو ذہن میں جم گیا ہے تو خواہی نخواہی ہرا ہی ہرا سُوجھتا ہے، حدیث کے لفظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| فقال وھو مکانہ یارب خفف عنا فان امتی لاتستطیع ھٰذا[1] | آپ نے اپنی جگہ پر فرمایا: اے رب! ہم پر تخفیف فرما کیونکہ میری امت میں استطاعت نہیں۔ (ت) |

یعنی جب نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضور سدرہ سے واپس آئے آسمان ہفتم پر موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تخفیف چاہنے کے لئے گزارش کی حضور بمشورہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پھر عازم سدرہ ہوئے اور اپنے اسی مکان سابق پر پہنچ کر جہاں تک پہلے پہنچے تھے اپنے رب سے عرض کی: الٰہی! ہم سے تخفیف فرمادے کہ میری امت سے اتنی نہ ہوسکیں گی۔

یہاں سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مکان ترقی کا ذکر ہے، باؤلے فاضل نے جھٹ ضمیر حضرت عزت کی طرف پھیر دی یعنی حضور نے عرض کی اس حال میں کہ خدا اپنے اسی مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہیں چلا نہ گیا تھا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بصیر صاحب کو اتنی بھی نہ سُوجھی کہ وھو مکانہ جملہ حالیہ قال اور اس کے مقولے کے درمیان واقع ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۲۰/۲

تو اقرب کو چھوڑ کر بلا دلیل کیونکر گھڑ لیا جائے کہ یہ حال حضور سے نہیں اللہ عزوجل سے ہے جو اس جملے میں مذکور بھی نہیں مگر ہے یہ کہ :

من لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور[1] — جس کے لئے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لئے نور نہیں ۔ (ت)

**ضرب ۹۶** : اپنی مستند کتاب الاسماء والصفات کو دیکھ کر اس حدیث کے باب میں کیا کیا فرماتے ہیں یہ حدیث شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے (جنھیں امام یحیٰی بن معین و امام نسائی نے لیس بالقوی[2] کہا ویسے قوی نہیں، اور تم غیر مقلدوں کے پیشوا ابن حزم نے اسی حدیث کی وجہ سے واہی وضعیف بتایا اور حافظ الشان نے تقریب[3] میں صدوق یخطئ فرمایا) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی جس میں جا بجا ثقات حفاظ کی مخالفت کی اس پر کتاب موصوف میں فرماتے ہیں :

وروی حدیث المعراج ابن شھاب الزھری عن انس بن مالک عن ابی ذر وقتادۃ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لیس فی حدیث واحد منھما شیئ من ذٰلک ، وقد ذکر شریک بن عبداللہ بن ابی نمر فی روایتہ ھذا ما یستدل بہ علی انہ لم یحفظ الحدیث کما ینبغی لہ[4]

یعنی یہ حدیث معراج امام ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالک انھوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالک انھوں نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ان روایات میں اصلاً ان الفاظ کا پتہ نہیں اور بیشک شریک نے روایت میں وہ باتیں ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث جیسی چاہیے انھیں یاد نہ تھی ۔

**ضرب ۹۷** : وجوہ مخالفت بیان کرکے فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] میزان الاعتدال بحوالہ النسائی ترجمہ ۳۶۹۶ شریک بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] تقریب التہذیب " ۲۷۹۶ " " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۱۸

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ "ثم دنا فتدلّٰی الخ" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

ثم ان هذہ القصۃ بطولہا انما ھی حکایۃ حکاھا شریك عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ من تلقاء نفسہ، لم یعزھا الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رواھا عنہ ولا اضافہا الٰی قولہ، وقد خالفہ فیما تفرد بہ منہا عبداللہ بن مسعود و عائشۃ و ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وھم احفظ واکبر واکثر۔[1]

یعنی پھر یہ قصہ حدیث مرفوع نہیں شریک نے صرف حضرت انس کا اپنا قول روایت کیا ہے جسے نہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا نہ حضور کا قول روایت کیا اور ان الفاظ میں ان کی مخالفت فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے، اور وہ حفظ میں زائد، عمر میں زائد، عدد میں زائد۔

**ضرب ۹۸:** پھر امام ابوسلیمٰن خطابی سے نقل فرمایا:

وفی الحدیث لفظۃ اخرٰی تفرد بہا شریك ایضا لم یذکرھا غیرہ، وھی قولہ فقال وھو مکانہ والمکان لایضاف الی اللہ تعالٰی سبحٰنہ انما ھو مکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومقامہ الاول الذی اقیم فیہ۔[2]

یعنی یہ لفظ مکان بھی صرف شریک نے ذکر کیا اوروں کی روایت میں اس کا پتہ نہیں اور مکان اللہ سبحٰنہ کی طرف منسوب نہیں، اس سے مراد تو نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا مکان اور حضور کا وہ مقام ہے جہاں اس نزول سے پہلے قائم کئے گئے تھے۔

کیوں کچے تو نہ ہوئے ہوگے، مگر توبہ وہابی گمراہ کو حیا کہاں!

**ضرب ۹۹: اقول** مسند امام احمد رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث مسند سیدنا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ میں ایک بار اس سند سے مروی:

حدثنا ابوسلمۃ انا لیث عن یزید بن الہاد عن عمرو عن ابی سعید الخدری۔[3]

دوبارہ یوں:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

[2] " " " " " " " " ۲/ ۱۸۸

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/ ۲۹

حدثنا یونس ثنا لیث الحدیث سندًا و متنًا۔[1]

ان میں صرف اس قدر ہے کہ رب عزوجل نے فرمایا: بعزتی وجلالی[2] مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم۔

ارتفاع مکانی کا اصلاً ذکر نہیں۔ سہ بارہ اس سند سے روایت فرمائی:

حدثنا یحیی بن اسحٰق انا ابن لھیعۃ عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری۔

یہاں سرے سے قسم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے کہ:

قال الرب عزوجل لا ازال اغفرلھم ما استغفرونی۔[3] رب عزوجل نے فرمایا میں انھیں ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کریں گے۔

امام اجل حافظ الحدیث عبدالعظیم منذری نے بھی یہ حدیث کتاب الترغیب والترھیب میں بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم ذکر فرمائی انھوں نے بھی صرف اسی قدر نقل کیا کہ بعزتی وجلالی[4]۔ اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر وجامع کبیر میں بھی بحوالہ مسند احمد و ابی یعلٰی و حاکم ذکر کی ان میں بھی اتنا ہی ہے ارتفاع مکانی کا لفظ کسی میں نہیں، ہاں بیہقی نے کتاب الاسماء میں یہ حدیث اس طریق اخیر ابن لھیعہ سے روایت کی:

حیث قال اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انا احمد بن عبید ثنا جعفر بن محمد ثنا قتیبۃ ثنا ابن لھیعۃ عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[5]

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دارالفکر بیروت ۳/۴۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/۲۹ و ۴۱

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/۷۶

[4] الترغیب والترھیب کتاب الذکر والدعاء الترغیب فی الاستغفار مصطفی البابی مصر ۲/۴۶۸

[5] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی اثبات العزۃ للہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۲۲۱

یہاں وہ لفظ (ارتفاع مکانی)[ف] ہے اس سند میں اول تو ابن لہیعہ موجود اُن میں محدثین کا جو کلام ہے معلوم و معہود جب باب احکام میں اُن کی حدیث پر ائمہ کو وہ نزاعیں ہیں تو باب صفات تو اشد الابواب ہے۔

**ضرب ۱۰۰: اقول** وہ مدلس ہیں کما فی فتح المغیث (جیسا کہ فتح المغیث میں ہے۔ت) اور مدلس کا عنعنہ محدثین قبول نہیں کرتے۔

**ضرب ۱۰۱: اقول** وہ درّاج سے راوی ہیں اور درّاج ابوالہیثم سے، میزان الاعتدال میں درّاج کی توثیق صرف یحیٰی سے نقل کی۔ اور امام احمد نے ان کی تضعیف فرمائی اور اُن کی حدیثوں کو منکر کہا۔ امام فضلک رازی نے کہا وہ ثقہ نہیں۔ امام نسائی نے فرمایا منکر الحدیث ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن عدی نے اُن کی حدیثیں روایت کرکے کہہ دیا، اور حفاظ ان کی موافقت نہیں کرتے۔ امام دارقطنی نے کہا، ضعیف ہیں۔ اور ایک بار فرمایا، متروک ہیں۔ یہ سب اقوال میزان الاعتدال[۱] میں ہیں، بالآخر ان کے باب میں قولِ منقح یہ ٹھہرا جو حافظ الشان نے تقریب میں لکھا کہ:

صدوق فی حدیثہ عن ابی الھیثم ضعیف[۲] — آدمی فی نفسہٖ سچے ہیں مگر ابوالہیثم سے ان کی روایت ضعیف ہے۔

اور یہاں یہ روایت ابوالہیثم ہی سے ہے تو حدیث کا ضعف ثابت ہوگیا، بڑے محدث جی! اسی بھگتے پر احادیث صحیحہ کہا تھا۔

**ضرب ۱۰۲:** یہ سات ضربیں ان خاص خاص حدیثوں کے متعلق آپ کے دم پر تھیں۔ اب عام لیجئے کہ یہ حدیث اور اس جیسی اور جولاؤ سب میں مَنہ کی کھاؤ، مکان و منزل و مقام بمعنی مکانت و منزلت[ع]

---

ع ولہذا مرقات میں اسی حدیث کے نیچے لکھا، وارتفاع مکانی ای مکانتی[۳] ۱۲ منہ

---

ف: اسی مقام پر تحقیق والے نے بھی مکان سے مراد مکانۃ لیا ہے، المراد ھنا ارتفاع المکانۃ لیس المکان لان اللہ موجود بلا مکان و دلیلہ حدیث اھل الیمن۔ نذیر احمد سعیدی

---

[۱] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۶۶۷ درّاج ابوالسمح المصری دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۴، ۲۵
[۲] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۸۲۹ " " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۴
[۳] مرقات المفاتیح باب الاستغفار والتوبہ فصل ثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/۱۰۵

مرتبہ ایسے شائع الاستعمال نہیں کہ کسی ادنیٰ ذی علم پر مخفی رہیں مگر جاہل بےخرد کا کیا علاج۔

**ضرب ۱۰۳:** اقول ممکن کہ مکان مصدر میمی ہو تو اس کا حاصل کون و وجود و ارتفاع و اعلائے وجود الٰہی ہوگا۔

**ضرب ۱۰۴:** اضافت تشریفی بھی کبھی کسی ذی علم سے سُنی ہے، کعبہ کو فرمایا: بیتی میرا گھر۔ جبریل امین کو فرمایا: روحنا ہماری رُوح۔ ناقہ صالح کو فرمایا: ناقۃ اللّٰہ اللہ کی اونٹنی۔ اب کہہ دینا کہ اللہ کا بڑا شیش محل تو اُوپر ہے اور ایک چھوٹی سی کوٹھری رات کو سونے کی مکے میں بنا رکھی ہے اور تیرا معبود کوئی جاندار بھی ہے اونچی سی اونٹنی پر سوار بھی ہے ع

بیحیا باش وانچہ خواہی گوئے

(بے حیا ہو جا اور جو چاہے کہہ دے)

وہی تیری جان کے دشمن امام بیہقی جن کی کتاب الاسماء کا نام تو نے ہمیشہ کے لئے اپنی جان کو آفت لگا دینے کے واسطے لے دیا اُسی کتاب الاسماء میں بعد عبارت مذکورۂ سابق فرماتے ہیں:

قال ابوسلیمٰن وھٰھنا لفظۃ اخری فی قصۃ الشفاعۃ رواھا قتادۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیأتونی یعنی اھل المحشر یسألونی للشفاعۃ "فاستأذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ" ای فی دارہ التی دوّرھا لاولیائہ وھی الجنۃ، کقولہ عزوجل "لھم دار السلام عند ربھم" وکقولہ تعالٰی "واللہ یدعوا الی دار السلٰم" وکما یقال بیت اللہ و حرم اللہ، یریدون البیت الذی جعل اللہ مثابۃ

ابوسلیمان نے فرمایا کہ یہاں شفاعت کے واقعہ میں ایک دوسرا لفظ ہے جس کو حضرت قتادہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور انھوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، تو میرے پاس اہلِ محشر آئیں گے شفاعت کی درخواست کرینگے، تو میں اللہ تعالٰی سے اجازت طلب کروں گا اس کے گھر میں، تو مجھے اجازتِ شفاعت ہوگی، فی دارہ سے مراد وہ دار ہے جس کو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیاء کے لئے دار بنایا اور وہ جنت ہے۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "اور اللہ تعالٰی دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے" (جنت کو اللہ تعالٰی کا دار کہنا) ایسے ہی ہے جیسے بیت اللہ اور حرم اللہ کہا جاتا ہے اور یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ بیت جس کو

للناس، والحرم الذی جعله امنا ومثله روح اللہ علی سبیل التفضیل لہ علی سائر الارواح، وانما ذلك فی ترتیب الکلام کقولہ جل وعلا (ای حکایۃ عن فرعون) ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون ۵ فاضاف الرسول الیھم وانما ھو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارسل الیھم۔ اھ باختصار۔

اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لئے مرجع بنایا اور وہ حرم جس کو اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لئے جائے امن بنایا، اس طرح روح اللہ کہا گیا کہ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو باقی روحوں پر فضیلت دی اور یہ صرف کلامی ترتیب ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد فرعون سے حکایت کرتے ہوئے ہے کہ اس نے کہا: بنی اسرائیل! تمھارا رسول جو تمھاری طرف بھیجا گیا وہ مجنون ہے۔ تو یہاں رسول کی اضافت بنی اسرائیل کی طرف کی حالانکہ وہ صرف اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم، جنھیں اللہ تعالٰی نے ان کی طرف بھیجا ہے اھ اختصارًا (ت)

**ضرب ۱۰۵:** کہ حدیث اول سے بھی جواب آخر ہے یہ دونوں حدیثیں بھی فرض کرلیں اور مکان اُسی تیرے گمان ہی کے معنے پر رکھیں اور اس کی نسبت جانب حضرت عزت بھی تیرے ہی حسب دلخواہ قرار دیں تو غایت یہ کہ دو حدیث آحاد میں لفظ مکان وارد ہوا اس قدر کیا قابلِ استناد ولائقِ اعتماد کہ ایسے مسائلِ ذات وصفاتِ الٰہی میں احادیث اصلاً قابلِ قبول نہیں وہی تیرے دشمن مستند، امام بیہقی اُسی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

ترك اھل النظر اصحابنا الاحتجاج باخبار الآحاد فی صفات اللہ تعالٰی اذا لم یکن لما انفرد منھا اصل فی الکتاب او الاجماع واشتغلوا بتاویلہ[2]

ہمارے ائمہ متکلمین اہلسنت وجماعت نے مسائل صفاتِ الٰہیہ میں اخبار آحاد سے سند لانی قبول نہ کی جبکہ وہ بات کہ تنہا ان میں آئی اس کی اصل قرآن عظیم یا اجماع امت سے ثابت نہ ہو اور ایسی حدیثوں کی تاویل میں مشغول ہوئے۔

اُسی میں امام خطابی سے نقل فرمایا:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۹ و ۱۹۰

[2] 〃 〃 〃 باب ما ذکر فی القدم والرجل 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۹۲

الاصل فی ھذا وما اشبھہ فی اثبات الصفات انہ لایجوز ذٰلك الا ان یکون بکتاب ناطق او خبر مقطوع بصحتہ، فان لم یکونا فیما یثبت من اخبار الاحادیث المستندۃ الی اصل فی الکتاب اوفی السنۃ المقطوع بصحتہا او بموافقۃ معانیہا وماکان بخلاف ذٰلك فالتوقف عن اطلاق الاسم بہ ھو الواجب ویتأول حینئذ علی مایلیق بمعانی الاصول المتفق علیہا من اقاویل اھل الدین والعلم مع نفی التشبیہ فیہ، ھذا ھوالاصل الذی یبنی علیہ الکلام والمعتمدۃ فی ھذا الباب[1]

اس میں اور اس قسم کی صفات کے اثبات میں قاعدہ یہ ہے کہ یہ اثبات صرف کتاب اللہ یا قطعی حدیث سے ہو، اگر ان دونوں سے نہ ہو پھر اس کا ثبوت ان احادیث سے ہو جو کتاب اللہ اور قطعی صحیح حدیث سے مستند کسی ضابطہ کے مطابق اور ان کے معانی کے موافق ہو، اور جو ان کے مخالف ہو تو پھر اس صفت کے اسم کے اطلاق پر ہی اکتفا کیا جانا ضروری ہوگا اور اس کی مراد کے لئے ایسی تاویل کی جائیگی جو اہلِ دین اور اہلِ علم کے متفقہ اقوال کے معانی کے موافق ہو، اور ضروری ہے کہ اس صفت میں کوئی تشبیہ کا پہلو نہ ہو۔ یہی وہ قاعدہ ہے جس پر کلام کو مبنی کیا جائے اور اس باب میں یہی قابلِ اعتماد قاعدہ ہے۔(ت)

**ضرب ۱۰۶:** **اقول** تیری سب جہالتوں سے قطع نظر کی جائے تو ذرا اپنے دعوے کو سوجھ کر احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت ہے۔ صریح ہونا بالائے طاق ان احادیث سے اگر بالفرض باطل ثابت ہوگا تو یہ تیرے معبود کے لئے تیرے زعم میں مکان ہے اس سے یہ کیونکر نکلا کہ وہ مکان عرش ہی ہے۔ خود اپنا دعوٰی سمجھنے کی لیاقت نہیں اور چلے صفاتِ الٰہیہ میں کلام کرنے۔

**ضرب ۱۰۷:** **اقول** بلکہ حدیث اول میں تو سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے کہ:

ثم علا بہ فوق ذٰلك بما لایعلمہ الا اللہ حتی جاء سدرۃ المنتھٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی فاوحی الیہ فیما اوحی خمسین

پھر آپ اس سے اوپر گئے جہاں کا صرف اللہ تعالٰی کو ہی علم ہے حتی کہ آپ سدرۃ المنتہٰی پر آئے اور رب العزت کا قرب پایا پھر اور قرب پایا حتی کہ دو کمانوں کے فاصلہ پر ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قرب پایا، تو اللہ تعالٰی نے ان کی طرف وحی

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماذکر فی الاصابع المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۷۰

صلوٰۃ۔[1] الحدیث۔ فرمائی جو فرمائی اس وحی میں پچاس نمازیں بھی ہیں۔ الحدیث (ت)

تو اگر تیرے زعم باطل کے طور پر اطلاق مکان ثابت ہوگا تو سدرہ پر نہ عرش پر۔ انھیں کو احادیث صریحہ کہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

# چوتھا تپانچہ

یہ ادعا کہ "استوار علی العرش" کے معنے بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنّت ہیں۔

**ضرب ۱۰۸: اقول** تم وہابیہ کے دھرم میں تشریع کا منصب تین قرن تک جاری رہا تھا اور اس کے بعد عمومات و اطلاقات شرعیہ کا دروازہ بھی بند ہوگیا، تو نے اسی تحریر میں لکھا ہے، جو بات امورِ دین میں بعد قرون ثلٰثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے وکل بدعۃ ضلالۃ (اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ت)۔

اب ذرا تھوڑی دیر کو مرد بن کر "استوار علی العرش" کے ان تینوں معنے کا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے ائمہ سنّت سے باسانید صحیحہ معتمدہ ثبوت دیجئے ورنہ خود اپنے بدعتی گمراہ بددین فی النار ہونے کا اقرار کیجئے تیرہ صدی کے دو ایک ہندیوں کا لکھ دینا سنّت نہ ثابت کرسکے گا۔

**ضرب ۱۰۹: اقول** تُو نے اسی تحریر میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے انکار میں لکھا: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے ثابت نہیں، کہے کی شرم اور غیر مقلدی کی لاج ہے تو ان تینوں معنے کا ثبوت بھی کسی حدیث صحیح سے دو ورنہ اپنے لکھے کو سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ۔

**ضرب ۱۱۰: اقول** یہ تو الزامی ضربیں تھیں اور تحقیقاً بھی قرآن عظیم کے معنے اپنی رائے سے کہنا سخت شنیع وممنوع ہے تو ایسے معنے کا سلف صالح سے ثبوت دینا ضرور، اور قولِ بے ثبوت مردود ومہجور۔

**ضرب ۱۱۱:** ہر عاقل سمجھتا ہے کہ مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ نے استوار کو اپنی مدح وثنا میں ذکر فرمایا ہے معاذ اللہ بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے میں اس کی کیا تعریف نکلتی ہے کہ ان سے اپنی مدح فرماتا اور مدح بھی ایسی کہ بار بار بتکرار سات سورتوں میں اس کا بیان لاتا تو ان معانی پر استوار کو لینا مدح وتعریف میں قدح وتحریف میں کر دینا ہے لاجرم بالیقین یہ ناقص وبے معنے معانی ہرگز مراد رب العزۃ نہیں۔

**ضرب ۱۱۲:** اوپر معلوم ہوچکا کہ آیات متشابہات میں اہل سنّت کے صرف دو طریق ہیں،

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

اوّل تفویض کہ کچھ معنے نہ کیے جائیں، اس طریق پر اصلاً ترجمے کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنے ہم

---

**عہ فائدہ جلیلہ:** امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی کتاب الجام العوام میں فرماتے ہیں:

یجب علی من سمع اٰیات الصفات و احادیثہا من العوام والنحوی و المحدث والمفسر والفقیہ ان ینزہ اللہ سبحٰنہ من الجسمیۃ وتوابعہا من الصورۃ والمکان والجہۃ فیقطع بان معناہ الحقیقی اللغوی غیر مراد لانہ فی حق اللہ تعالٰی محال وان لہذا معنی یلیق بجلالہ تعالٰی وان لایتصرف فی الالفاظ الواردۃ لا بالتفسیر ای تبدیل اللفظ بلفظ آخر عربی اوغیرہ لان جواز التبدیل فرع معرفۃ المعنی المراد ولا بالاشتقاق من الوارد کان یقول مستو اخذا من استوی ولا بالقیاس کان یطلق لفظۃ الساعد والکف قیاسا علی ورود الید وان یکف باطنہ عن التفکر فی ھذہ الامور فان حدثتہ نفسہ بذٰلك تشاغل بالصلٰوۃ والذکر وقراءۃ القراٰن فان لم یقدر علی الدوام علی ذٰلك تشاغل بشیئ من العلوم فان لم یمکنہ فبحرفۃ اوصناعۃ فان لم یقدر فیلعب ولھو فان ذٰلك خیر من الخوض فی ھذا البحر

یعنی جو شخص عامی یا نحوی یا محدث یا مفسر یا فقیہ اس قسم کی آیات و احادیث سنے اُس پر فرض ہے کہ جسمیت اور اُس کے توابع مثل صورت و مکان وجہت سے اللہ تعالٰی کی تنزیہ کرے یقین جانے کہ ان کے حقیقی لغوی معنے مراد نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہیں اور جانے کہ ان کے کچھ معنے ہیں جو اللہ سبحٰنہ کے جلال کے لائق ہیں اور جو لفظ وارد ہوئے ان میں اصلاً تصرف نہ کرے نہ کسی دوسرے لفظ عربی سے بدلے، نہ کسی اور زبان میں ترجمہ کرے کہ تبدیل و ترجمہ تو جب جائز ہو کہ پہلے معنے مراد ہولیں، نہ لفظ وارد سے کوئی مشتق نکال کر اطلاق کرے جیسے استوٰی آیا ہے مستوی نہ کہے نہ لفظ وارد پر قیاس کرے ید آیا ہے اس کے قیاس سے ساعد و کف نہ بولے اور فرض ہے کہ اپنے دل کو بھی اس میں فکر سے روکے اگر دل میں اس کا خطرہ آئے تو فوراً نماز و ذکر و تلاوت میں مشغول ہوجائے، اگر ان عبادات پر دوام نہ ہوسکے تو کسی علم میں مشغول ہوکر دھیان بٹا دے، یہ بھی نہ ہوسکے تو کسی حرفت یا صنعت میں یہ بھی نہ جانے تو کھیل کود میں کہ متشابہات میں فکر کرنے سے کھیل کود ہی بھلا ہے بلکہ اگر گناہوں میں مشغول ہو تو اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

جانتے ہی نہیں ترجمہ کیا کریں امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر میں منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے ۔ کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استوار کے کچھ معنے نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے ۔

امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے ، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی کسی زبان میں اس کے معنے کہے ۔

سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کے معنے نہ کہنا ہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ، اور اسی پر سلف صالح کا اجماع ہے ۔

**طریق دوم** کہ متاخرین نے بضرورت اختیار کیا اس کا یہ منشا تھا کہ وہ معنے نہ رہیں جن سے اللہ عزوجل کا خلق سے مشابہ ہونا متوہم ہو بلکہ اس کے جلال و قدوسیت کے معنے پیدا ہو جائیں ۔ بیٹھنا ، چڑھنا ، ٹھہرنا تو خاص اجسام کے کام اور باری عزوجل کے حق میں صریح عیب ہیں تو تم نے تاویل خاک کی بلکہ اور وہم کی جڑ جمادی ۔

بالجملہ یہ تینوں معانی دونوں طریقۂ اہلسنت سے دُور و مہجور ہیں ان کو مطابق سنت کہنا نام زنگی کا فور رکھنا ہے اب آپ ملاحظہ ہی کرینگے کہ ائمہ اہلسنت نے ان معانی کو کیسا کیسا رد فرمایا ہے ، دو ایک ہندیوں کے قدم نے اگر لغزش کی اور خیال نہ رہا کہ ان لفظوں سے ترجمہ ہرگز صحیح نہیں تو ان کا لکھنا ائمہ سلف و خلف کے اجماع کو رد نہیں کر سکتا نہ وہ مسلک اہلسنت قرار پا سکتا ہے مگر وہابیوں بلکہ سب گمراہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے ، جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مہجور پکڑ لیا خوش ہوگئے اور اس کے مقابل تصریحات قاہرہ سلف و خلف بلکہ ارشادات صریحہ قرآن و حدیث کو

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بل لو اشتغل لملاهی البدنیة کان اسلم من الخوض فی هذا البحر البعید غوره بل لو اشتغل بالمعاصی البدنیة کان اسلم فان ذلك غایته لفسق وهذا عاقبته الشرك[1] اھ مختصرًا۔

سے بہتر ہے کہ اُن کی نہایت فسق ہے اور اس کا انجام کفر ، والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ منہ

---

[1] الجام العوام

بالائے طاق رکھ دیا مگر اہل حق بحمد اللہ تعالٰی خوب جانتے ہیں کہ شاہراہِ ہدایت اتباعِ جمہور ہے جس سے سہواً خطا ہوئی اگرچہ معذور ہے مگر اس کا وہ قول متروک ومہجور ہے، وہ جانتے ہیں کہ لکل جواد کبوۃ لکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ہر تیز گھوڑا کبھی ٹھوکر کھالیتا ہے اور ہر تیغ بُرّاں کبھی کرجاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کوئی لغزش واقع پاتی ہے، وباللہ العصمۃ۔

**ضرب ۱۱۳**: اب اپنے مستندات سے ان معانی کا رَدّ سُنئے جائیے جنھیں آپ نے براہ جہالت مطابق سنت بلکہ سنت کو انھیں میں منحصر بتایا، مدارک شریف سے گزرا:

الاستواء بمعنی الجلوس لایجوز علی اللہ تعالٰی[1]

استواء بیٹھنے کے معنے پر اللہ عزوجل کے حق میں محال ہے۔

**ضرب ۱۱۴**: کتاب الاسماء سے گزرا:

متعال عن ان یجوز علیہ اتخاذ السریر للجلوس[2]

اللہ عزوجل اس سے پاک وبرتر ہے کہ بیٹھنے کے لئے تخت بنائے۔

**ضرب ۱۱۵**: اسی میں امام ابوالحسن طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے گزرا استوا کے یہ معنے نہیں کہ مولٰی تعالٰی عرش پر بیٹھا یا کھڑا ہے، یہ جسم کی صفات ہیں اور اللہ عزوجل ان سے پاک۔

**ضرب ۱۱۶**: اُسی میں فراء نحوی سے یہ حکایت کرکے کہ استوا بمعنی اقبال ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے چڑھنے سے تفسیر کی، فرمایا:

استوی بمعنی اقبل صحیح لان الاقبال ھو القصد والقصد ھو الارادۃ وذٰلک جائز فی صفات اللہ تعالٰی، اما ما حکی عن ابن عباس

یعنی استوا بمعنی اقبال صحیح کہ اقبال قصد ہے اور قصد ارادہ ہے، یہ تو اللہ سبحٰنہ کی صفات میں جائز ہے، مگر وہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حکایت کی کہ استوار چڑھنے عہ کے معنے

---

عہ امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا: مراد بانہ تعالٰی منزہ عن الصعود ایضًا[3] یہ معنے یوں مردود ہوئے کہ اللہ تعالٰی چڑھنے سے پاک ہے ۱۲ منہ

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۳۶

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر اسماء التی تتبع الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۲۷، ۲۷

[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

رضی اللہ تعالٰی عنہما فانما اخذہ عن تفسیر الکلبی والکلبی ضعیف والروایۃ عنہ فی موضع اٰخر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما استوی یعنی صعد امرہ[1] اھ ملخصًا۔

پر ہے یہ فرّا نے کلبی کی تفسیر سے اخذ کیا اور کلبی ضعیف ہے اور خود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کلبی نے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ استوا کے معنے حکمِ الٰہی کا چڑھنا ہے۔

**ضرب ۱۱۷:** اُسی میں فرمایا:

عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی قولہ تعالٰی "ثم استوی علی العرش" یقول استقر علی العرش، ھذہ الروایۃ منکرۃ وقد قال فی موضع اٰخر بھذا الاسناد استوی علی العرش یقول استقر امرہ علی السریر ورد الاستقرار الی الامر، وابو صالح ھذا والکلبی ومحمد بن مروان کلھم متروک عند اھل العلم بالحدیث لایحتجون بشیئ من روایاتھم لکثرۃ المناکیر فیھا وظھور الکذب منھم فی روایاتھم اخبرنا ابو سعید المالینی (فذکر باسنادہ) عن حبیب بن ابی ثابت قال کنا نسمیہ "دروغ زن" یعنی اباصالح مولی ام ھانی، واخبرنا ابو عبداللہ الحافظ (فاسند) عن سفیٰن قال قال الکلبی قال لی ابو صالح

یعنی محمد بن مروان نے کلبی سے اُس نے ابوصالح سے اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالٰی کے قول "ثم استوی علی العرش" میں عرش پر استوا کے معنے ٹھہرنا ہے، یہ روایت منکر ہے، اور خود کلبی نے اسی سند سے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ عرش پر استوا کے معنے حکمِ الٰہی کا ٹھہرنا ہے یہاں ٹھہرنے کو حکم کی طرف پھیرا، اور یہ ابوصالح اور کلبی اور محمد بن مروان سب کے سب علمائے محدثین کے نزدیک متروک ہیں ان کی کوئی روایت حجت لانے کے قابل نہیں کہ ان کی روایتوں میں منکرات بکثرت ہیں اور ان میں ان کا جھوٹ بولنا آشکارا ہے۔ حبیب بن ابی ثابت نے فرمایا ہم نے اس ابوصالح کا نام ہی "دروغ زن" رکھ دیا تھا۔ امام سفیان نے فرمایا خود کلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوصالح نے مجھ سے کہا جتنی حدیثیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں۔ نیز کلبی نے کہا

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴ و ۱۵۵

کل ماحدثتک کذب ، و اخبرنا المالینی (بسندہ) عن الکلبی قال قال لی ابوصالح انظر کل شیئ رویت عنی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فلا تروہ ، اخبرنا ابوسہل احمد بن محمد المزکی ثنا ابوالحسین محمد بن حامد العطار اخبرنی ابوعبداللہ الرواسانی قال سمعت محمد بن اسمٰعیل البخاری یقول محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی سکتوا عنہ لایکتب حدیثہ البتۃ[1] اھ مختصراً۔

مجھ سے ابوصالح نے کہا دیکھ جو کچھ تُو نے میرے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اس میں سے کچھ روایت نہ کرنا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کلبی کے شاگرد محمد بن مروان کوفی سے ائمہ حدیث نے سکوت کیا ہے یعنی اسکی روایات متروک کردیں اس کی حدیث کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔

**ضرب ۱۱۸:** پھر فرمایا:

وکیف یجوز ان یکون مثل ھٰذہ الاقاویل صحیحۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ثم لایرویہا ولایعرفہا احد من اصحابہ الثقات الاثبات مع شدۃ الحاجۃ الٰی معرفتہا ، وما تفرد بہ الکلبی وامثالہ یوجب الحد والحد یوجب الحدث لحاجۃ الحد الٰی حاد خصہ بہ والباری تعالٰی قدیم لم یزل[2]۔

بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح ہوں پھر ان کے ثقہ شاگرد محکم فہم وحفظ والے نہ اُنھیں روایت کریں نہ اُن سے آگاہ ہوں حالانکہ اُن کے جاننے کی کیسی ضرورت ہے اور یہ جو کچھ کلبی اور اس کی حالت کے اور لوگ تنہا روایت کر رہے ہیں اس سے تو اللہ عزوجل کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور محدود ہونا حادث ہونے کو واجب کرتا ہے کہ حد کے لئے کوئی ایسا درکار ہے جو خاص اس حد معین سے اُس محدود کو مخصوص کرے اور اللہ عزوجل تو قدیم ہے ہمیشہ سے ہے۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۲۵۵ تا ۲۵۶

[2] " " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۷

**ضرب ۱۱۹:** اُسی میں ہے:

ان اللہ تعالٰی لامکان لہ ولا مرکب و ان الحرکۃ والسکون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام واللہ تعالٰی احد صمد لیس کمثلہ شیئ[1] اھ باختصار۔

بے شک اللہ تعالٰی کے لئے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو اور بیشک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اھ باختصار۔

**ضرب ۱۲۰:** مدارک شریف میں فرمایا:

تفسیر العرش بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقولہ المشبہۃ باطل[2]۔

عرش کے معنے تخت اور استواء کے معنی ٹھہرنا کہنا جس طرح فرقہ مجسمہ کہتا ہے باطل ہے۔

دیکھا تُو نے حق کیسا واضح ہوا، وللہ الحمد۔

## پانچواں تپانچہ

**اقول** یہ تو اوپر واضح ہولیا کہ یہ مدعی خود ہی دعوے پر نہ جما اور جن صفات سے کلام شارع ساکت نہیں اُن سے سکوت درکنار، اُن کا صاف انکار کرگیا مگر یہاں یہ کہنا ہے کہ اس مدعی بیباک کے نزدیک تسلیم و عدم سکوت کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو اہلسنت کے نزدیک ہے یعنی کچھ معنے نہ کہنا صرف اجمالاً اتنی بات پر ایمان لے آنا کہ جو کچھ مرادِ الٰہی ہے حق ہے یا تاویل کرکے صاف و پاک معنی کی طرف ڈھال دینا جن میں مشابہت مخلوق و جسمیت و مکان و جہت کی بُو اصلاً نہ پیدا ہو۔ اس مسلک پر ایمان لاتا تو استواء کے معنے بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا نہ بتاتا ان کے علاوہ اور معانی کو کہ ائمہ اہلسنت نے ذکر فرمائے بدعت و ضلالت نہ بتاتا لاجرم اس کا مسلک وہی مسلک مجسمہ ہے کہ جو کچھ وارد ہُوا وہ اپنے حقیقی لغوی معنے مفہوم و متبادر پر محمول ٹھہرا کر مانا جائے گا۔ شروع سے اب تک جو لکھا گیا وہ اسی ضلالت ملعونہ کے رَد میں تھا اتنا اور اس کے کان میں ڈال دُوں شاید خدا سمجھ دے اور ہدایت کرے کہ اے بے خرد! یہ ناپاک مسلک جو استوا میں خصوصاً اور باقی متشابہات میں مطلقاً تیرا ہے (کھلی گمراہی کا نجس رستہ ہے) اس طریقہ پر تیرا معبود جسے تُو اپنے

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ الخ" المکتبۃ الاثریۃ شیخوپورہ ۲/ ۱۹۴

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۷/ ۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۵۶

ذہن میں ایک صورت تراش کر معبود سمجھ لیا ہے اگر بُت خانہ چین کی ایک صورت ہو کر نہ رہ جائے تو میرا ذمہ۔

**ضرب ۱۲۱ تا ۱۸۲:** جانتا ہے وہ تیرا وہمی معبود کیسا ہے،

له وجه[1] كوجه الانسان فيه عينان[2] تنظران ولكن[3] من سخط عليه لا ينظر اليه ثم العجب[4] ان وجهه الى كل جهة واعظم[5] عجبا انه مع ذلك يصرفه عمن يغضب عليه فليت شعري كيف يصرف عن جهة ما هو الى كل وجهة بل المصلى ما دام يصلي يقبل عليه بوجهه فاذا انصرف صرف له صوت فلتكن حنجرة ونفس ايضا بل قد[6] وجد من قبل اليمن له[7] اذنان[8] ياذن[9] لمن يرضى عليه جعد[10] ذو وفرة[11] الى[12] شحمة اذنيه اما[13] اللحية فلم توجد بل شاب امرد له[14] يدان كالانسان فيهما[15] يمين و شمال وساعد وكف[16] واصابع[17] مبسوطتان[18] الى بعيد و ربما[19] قبض[20] و قد[21] يحثوله جنب[22] و ضحكه[23] يخبر عن فم يغفر واسنان تكشر له حقو[24] تعلقت به الرحم[25] و رجلان[26] وساق قد جلس على السرير مدليا قدميه[27] واضعهما[28] على كرسي و ربما[29] استلقى

اس کا انسان جیسا چہرہ، اس میں دو آنکھیں دیکھتی ہیں لیکن جس کو وہ ناراض ہو اسکی طرف نہیں دیکھتا پھر عجب ہے کہ اس کا چہرہ ہر طرف ہے، اس سے بڑھ کر عجیب یہ کہ اس کے باوجود جس سے ناراض ہو اس سے چہرہ پھیر لے، کاش سمجھ ہوتی، جو ہر طرف ہو وہ کس طرح دوسری طرف پھر جائے، بلکہ جب تک نمازی نماز میں ہے تو وہ اپنے چہرہ کو نمازی کی طرف کرتا ہے اور جب وہ نمازی فارغ ہو جاتا ہے تو وہ بھی پھر جاتا ہے، اس کی آواز ہے تو آہٹ اور سانس بھی ہوگا، بلکہ یمن کی طرف سے پایا جاتا ہے، اس کے دو کان ہیں جس سے راضی ہو اس پر کان لگاتا ہے، قد آور ہے اس کے سر کے بال دونوں کانوں سے نیچے تک بڑھے ہوئے ہیں، لیکن داڑھی نہیں بلکہ نوجوان بے داڑھی ہے، انسان کی طرح اس کے دو ہاتھ ہیں ان میں ایک دایاں دوسرا بایاں ہے، اس کا بازو اور ہتھیلی اور انگلیاں ہیں، دور تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے، کبھی ہاتھوں کو بند کرتا ہے اور کبھی کھول کر بکھرتا ہے، اس کا پہلو ہے، ہنستا ہے، اپنے منہ سے خبر بتاتا ہے، اس کے دانت ہیں جو چباتے ہیں، اس کا زیر جامہ ہے جس سے رحم لٹکتا ہے، دو پاؤں ہیں، پنڈلی ہے، تخت پر بیٹھ کر دونوں پاؤں کو لٹکاتا ہے اور ان دونوں کو کرسی پر رکھتا ہے اور کبھی چت لیٹ کر

[30] واضعا احدی رجلیہ علی الاخری فلابد من ظہر وقفا [31] ویستانس للصدر ایضا فمن نور صدرہ خلقت الملئکۃ [32] قدماہ فی کل مسجد [33] علیہما لیسجد الساجدون [34] وبقیۃ الاعضاء لم تفصل الاخبر اعم واشمل انہ علی صورۃ الانسان اذ خلق اٰدم علی صورۃ الرحمٰن [35] یصعد وینزل [36] ویمشی [37] ویہرول [38] [39] وقد یاتی الارض وکانت اٰخر وطأتہ بموضع وج [40] ثم یجیئ یوم القیٰمۃ فیطوف الارض [41] مکتسیا ثیابا ازارا [42] ورداء [43] یستر المؤمن بکتفہ رداؤہ علی وجہہ فی جنۃ عدن [44] لہ ظل ظلیل یصیب بہ من یشاء ویصرف عنہ من یشاء [45] یاتی یوم القیام فی ظلل من الغمام [46] یتعجب [47] ویستحیی [48] و [49] یمل [50] ویتردد و [51] یستہزئ [52] وقد یتقذر نفسہ شیئا [53] تحملہ وعرشہ اربعۃ [54] املاک [55] اثنان تحت رجلہ الیمنی واثنان تحت رجلہ الیسرٰی [56] تقبل شدید الوزر ویأط منہ العرش اطیط الرحل الجدید من ثقل الراکب الشدید [57] ربما لبس حلۃ خضراء [58] ونعلین من ذہب [59] وجلس علی کرسی ذہب [60] تحتہ فراش من ذہب [61] ودونہ ستر من

ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھتا ہے لہذا اس کی پیٹھ اور گدّی ہوگی، اور چھاتی سے مانوس کرتا ہے، اس کی چھاتی کے نور سے فرشتے پیدا ہوئے، اس کے قدم ہر مسجد میں ہیں تاکہ سجدہ کرنے والا ان قدموں پر سجدہ کرے اور باقی اعضاء جن کی تفصیل نہیں صرف یہ خبر عام واشمل ہے کہ وہ انسانی صورت پر ہے کیونکہ اس نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، چڑھتا ہے، اترتا ہے، چلتا ہے، دوڑتا ہے، کبھی زمین پر آتا ہے اور آخری قدم موضع وج میں ہوتا ہے، پھر قیامت کو آکر زمین پر چکر لگائے گا، لباس والا تہبند اور چادر پہنے ہوئے، اپنے دامن سے مومن کو ڈھانپتا ہے، اس کی چادر چہرہ پر ہے جنت عدن میں اس کا گہرا سایہ ہے جس کو چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے اور جس چیز پر نہیں چاہتا نہیں ڈالتا، قیامت میں بادل کے سایہ میں آئے گا۔ تعجب، حیا کرتا ہے، میلان آگے پیچھے ہوتا ہے، مذاق کرتا ہے، کبھی کسی چیز سے گھن کرتا ہے، اس کا عرش چار ملک ہیں، دو اس کے داہنے قدم اور دو اس کے بائیں قدم کے نیچے ہیں، شدید بوجھ ڈالے تو اس سے عرش اس طرح آواز نکالتا ہے جیسے نیا کجاوا بھاری سوار سے آواز پیدا کرتا ہے، کبھی سبز جوڑا پہنتا ہے، اور سونے کے جوتے ہیں اور سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اس کے نیچے سونے کا بستر اور پاس موتیوں کے پردے ہوتے ہیں،

لؤلؤ ۶۲ جلاء فی خضرۃ فی روضۃ خضراء الٰی غیرذٰلک مما نطقت ببعضہ الاٰیات وو ردت بالباقی الاحادیث، اتی علٰی اکثرھا فی کتاب الاسماء و الصفات۔

اس کے پاؤں سبزے کے باغ میں سبزے پر ہوتے ہیں بعض ان میں وہ صفات ہیں جن کو قرآنی آیات نے بیان کیا اور باقی وہ جن کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کو کتاب الاسماء والصفات میں پیش کیا ہے۔(ت)

کیوں اے جاہل بے خرد! اے حدیث احاد و ضعیف ارتفاع مکانی سے سند لاکر اپنے معبود کو مکانی ماننے والے! کیا ایسے ہی معبود کو پوجتا ہے پھر اس میں اور انسان کے جسم میں چھوٹے بڑے کے سوا فرق کیا ہے، مگر الحمدللہ اہلسنت ایسے سچے رب حقیقی معبود کو پوجتے ہیں جو احد، صمد، بے شبہہ و نمون و بیچون و چگون ہے،

لم یلد ولم یولد ۝ ولم یکن لہ کفوا احد ۝[1]

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔(ت)

جسم و جسمانیات و مکان و جہات و اعضا و آلات و تمام عیوب و نقصانات سے پاک و منزہ ہے یہ سب اور اس کے مثل جو کچھ وارد ہوا اُن میں جو کچھ روایۃً ضعیف ہے اور زیادہ وہی ہوگا اور صریح تشبیہہ کی صاف تصریحیں کر تاویلی محاوروں سے بعید پڑیں اُسی میں ملیں گی اُسے تو یہ خدا کے موفق بندے ایک جَو کے برابر بھی نہیں سمجھتے اور جو کچھ روایۃً صحیح مگر خبر احاد ہو اُسے بھی جبکہ متواترات سے موافق المعنٰی نہ ہو پایۂ قبول پر جگہ نہیں دیتے،

فان الاحاد لاتفید الاعتقاد فی باب الاعتقاد ولو فرضت فی اصح الکتب باصح الاسناد۔

اعتقاد کے باب میں اخبار احاد اگرچہ صحیح کتاب اور صحیح سند سے ہوں وہ اعتقاد کے لئے مفید نہیں ہیں (ت)

رہ گئے متواترات، اور وہ نہیں مگر معدودے چند، اور وہ بھی معروف و مشہور محاوراتِ عرب کے موافق تاویل پسند مثل "ید" "وجہ" "عین" "ساق" "استوار" "اتیان" "نزول" وغیرہا، ان میں تاویل کیجئے تو راہ روشن، اور تفویض کیجئے تو سب سے احسن، نہ یہ کہ منہ بھر کر خدا کو گالی دیجئے اور اس کے لئے صاف صاف مکان مان لیجئے، یا اٹھتا، بیٹھتا، چڑھتا، اُترتا، چلتا، ٹھہرتا، تسلیم کیجئے۔ اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۲/ ۳ و ۴

اتباعِ حق کی توفیق دے اور مخالفتِ اہلسنت سے ہر قول و فعل میں محفوظ رکھے، آمین!

## چھٹا تپانچہ

**اقول** طرفہ تماشا ہے جب اس گمراہ نے سب معائب اپنے سر پر اوڑھ لئے اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا، جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہرا کر جہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خبط سُوجھا کر اور کہیں نہیں کہہ کر طرح طرح اپنے ہی لکھے سے تناقض کیا۔

**ضرب ۱۸۳:** سچا ہے تو قرآن و حدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالٰی عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، یہ "اور کہیں نہیں" کونسی آیت حدیث میں ہے؟ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] یا یہود کی طرح بے جانے بُوجھے دل سے گھڑ کر خدا پر حکم لگا دیتے ہو۔

**ضرب ۱۸۴:** جب تُو اس سبوح و قدوس جل جلالہ کو مکان سے پاک نہیں مانتا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اور آیات و احادیث جن کے ظاہر الفاظ سے اور جگہ ہونا مفہوم ہو اپنے ظاہر سے پھیری جائیں، تیرے طور پر اُن سب کو معنی لغوی حقیقی ظاہر متبادر پر عمل کرنا واجب ہوگا، اب دیکھ کہ تُو نے کتنی آیات و احادیث کا انکار کردیا اور کتنی بار اپنے اس لکھے سے کہ جو شرع میں وارد ہے اس سے سکوت نہ ہوگا صاف تناقض کیا سب میں پہلے تو یہی حدیث صحیح بخاری وھو مکانہ[2] ہے جس میں تُو نے بزورِ زبان ضمیر حضرت عزت جل شانہ کی طرف ٹھہرادی اور پھر مکانہ سے محض زبردستی عرش مراد لے لیا حالانکہ وہاں سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے تو عرش ہی پر ہونا غلط ہوا کبھی سدرہ پر بھی ٹھہرا۔

**ضرب ۱۸۵:** صحیح بخاری حدیثِ شفاعت میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ[3]۔

میں اپنے رب پر اذن طلب کروں گا اس کی حویلی میں، تو مجھے اس کے پاس حاضر ہونے کا اذن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ تخت کو حویلی نہیں کہتے، نہ عرش کسی مکان میں ہے، بلکہ وہ بالائے جملہ اجسام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] ؍؍ ؍؍ باب ؍؍ وجوہ یومئذ ناضرۃ الٰی ربہا ناظرۃ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۱۰۶

لاجرم یہ حویلی جنت ہی ہوگی۔

**ضرب ۱۸۶:** صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنتان من فضۃ اٰنیتھما وما فیھما وجنتان من ذھب اٰنیتھما وما فیھما وما بین القوم وبین ان ینظروا الٰی ربھم عزوجل الارداء الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان چاندی کا ہے، دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان سونے کا ہے اللہ تعالٰی کے دیدار اور قوم میں صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہوگی حائل ہوگی۔ (ت)

یہاں جنت عدن میں ہونے کی تصریح ہے۔

**ضرب ۱۸۷:** بزار و ابن ابی الدنیا اور طبرانی بسند جید قوی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث دیدار اہل جنت ہر روز جمعہ میں مرفوعاً راوی:

فاذاکان یوم الجمعۃ نزل تبارک وتعالٰی من علیین علی کرسیہ ثم حف الکرسی بمنابر من نور وجاء النبیون حتی یجلسوا علیھا[2] الحدیث۔

جب جمعہ کا روز ہوگا تو اللہ تبارک وتعالٰی علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا پھر اس کے گرد نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر ان منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔ الحدیث (ت)

یہاں علیین سے اتر کر کرسی پر حلقہ انبیاء و صدیقین و شہداء و سائر اہل جنت کے اندر تجلی ہے۔

**ضرب ۱۸۸:** قال تعالٰی: ءامنتم من فی السماء[3] (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو جس کی بلا

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر ۲/ ۷۲۴ و کتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " " ۱/ ۱۰۰

[2] الترغیب والترھیب فصل فی نظر اہل الجنۃ الی ربھم حدیث ۱۲۹ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۵۴
کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی نعیم اہل الجنۃ حدیث ۳۵۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۹۵
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۱۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۶۷

[3] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۸۹: قال تعالیٰ: ام امنتم من فی السماء[1] (کیا تم نڈر ہوگئے ہو اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۹۰: احمد وابن ماجہ وحاکم بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث قبض روح میں مرفوعًا راوی:

فلا یزال یقال لھا ذٰلک حتی تنتھی بھا الی السماء التی فیھا اللہ تبارک وتعالٰی[2]

روح کو یہ کہا جاتا رہے گا حتی کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جائے جس میں اللہ تعالٰی ہے (ت)

ضرب ۱۹۱: مسلم وابوداؤد ونسائی معٰویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث جاریہ میں راوی:

قال لھا این اللہ قالت فی السماء قال من انا قالت انت رسول اللہ قال اعتقھا فانھا مؤمنۃ[3]

لونڈی کو فرمایا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ تو آپ نے مالک کو فرمایا اس کو آزاد کردو کیونکہ مومنہ ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۲: ابوداؤد وترمذی بافادہ تصحیح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[4]

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: زمین والوں پر رحم کرو تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۴
سنن ابن ماجہ باب ذکر الموت والاستعداد لہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۵
کنز العمال حدیث ۴۲۴۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۳۰

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۴
سنن ابوداؤد باب تشمیت العاطس فی الصلٰوۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳۴

[4] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۴
سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۹

والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو امرأته الی فراشها فتابی علیه الاکان الذی فی السماء ساخطا علیها حتی یرضی عنها[1]

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لئے طلب کرتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے بیوی پر ناراض ہوتی ہے۔ (ت)

**ضرب ۱۹۴:** ابویعلٰی و بزار و ابونعیم بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لما القی ابراهیم فی النار قال اللّٰهم انت فی السماء واحد وانا فی الارض واحد أعبدك[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا اے اللہ! تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں تیری عبادت کرتا ہوں۔ (ت)

**ضرب ۱۹۵:** ابویعلٰی و حکیم و حاکم و سعید بن منصور و ابن حبان و ابونعیم اور بیہقی کتاب الاسماء میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی، اللہ عزوجل نے فرمایا:

یا موسٰی لو ان السمٰوٰت السبع وعامرهن غیری والارضین السبع فی کفة ولا اله الا الله فی کفة مالت بهن لا اله الا الله[3]

اے موسٰی! اگر ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز میرے سوا، اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں "لا الٰہ الا اللہ" ہو تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا سب پر بھاری ہوگا۔ (ت)

ان آیات و احادیث سے آسمان میں ہونا ثابت۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعها من فراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

[2] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ المؤلف دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۹

کنز العمال بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۳۲۲۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۸۴

[3] مسند ابویعلٰی حدیث ۱۳۸۹ مروی از ابوسعید خدری مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۱۳۵

کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی فضل الکلمۃ الباقیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۱۷۵

المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۵۲۸

موارد الظمآن حدیث ۲۳۲۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۵۷۷

**ضرب ۱۹۶:** ہر رات آسمانِ دُنیا پر ہونے کی حدیث گزری اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔

**ضرب ۱۹۷:** قال اللہ تعالٰی:

ھواللہ فی السمٰوٰت و فی الارض[1] وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے (ت)

**ضرب ۱۹۸:** قال تعالٰی:

و نحن اقرب الیہ من حبل الورید[2] ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

**ضرب ۱۹۹:** قال تعالٰی:

واسجد واقترب[3] سجدہ کر اور قریب ہو۔ (ت)

**ضرب ۲۰۰:** قال تعالٰی:

اذا سألك عبادی عنّی فانّی قریب[4] جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں (ت)

**ضرب ۲۰۱:** قال تعالٰی:

انہ سمیع قریب[5]۔ وہ سمیع قریب ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۰۲:** قال تعالٰی:

و نادینٰہ من جانب الطور الایمن و قربنٰہ نجیا[6] اور ہم نے ان کو ندا دی طور کی دائیں جانب سے اور اس کو ہم نے قریب کیا مناجات کرتے ہوئے۔ (ت)

**ضرب ۲۰۳:** قال تعالٰی:

فلما جاءھا نودی ان بورك من فی النار ومن حولھا و سبحٰن اللہ رب العٰلمین[7] جب وہاں آئے تو ندا دی گئی کہ جو آگ میں ہے اس کو برکت دی گئی اور اس کے اردگرد والوں کو، اللہ پاک رب العالمین ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[3] " " ۹۶/ ۱۹

[4] " " ۲/ ۱۸۶

[5] " " ۳۴/ ۵۰

[6] " " ۱۹/ ۵۲

[7] " " ۲۷/ ۸

معالم میں ہے:

روی عن ابن عباس وسعید بن جبیر والحسن فی قولہ "بورك من فی النار" یعنی قدس من فی النار وھو اللہ تعالٰی عنی بہ نفسہ علٰی معنی انہ نادٰی موسٰی منھا واسمعہ کلامہ من جھتھا[1]

ابن عباس، سعید بن جبیر اور حسن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا گیا کہ من بورك فی النار کے بارے میں، یعنی برگزیدہ ہے جو آگ میں ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے جس کو اپنی ذات کے بارے میں فرمایا، یعنی یہ ہے کہ موسٰی نے ندا کی تو اسکو اپنا کلام سنایا اس جانب سے۔(ت)

**ضرب ۲۰۴:** قال تعالٰی:

وھو معکم اینما کنتم[2]

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو(ت)

**ضرب ۲۰۵:** صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا انکم تدعونہ سمیعا قریبا وھو معکم[3]

اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم تو پکارتے ہو سمیع قریب کو، وہ تمہارے پاس ہے۔(ت)

اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے:

والذی تدعون اقرب الی احدکم من عنق راحلۃ احدکم[4]

وہ ذات جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے۔(ت)

**ضرب ۲۰۶:** مسلم، ابوداؤد ونسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربہ

بندہ اللہ تعالٰی کے قریب ترین ہوتا ہے جب

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) آیۃ ۲۷/۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۳۴۸

[2] القرآن الکریم ۵۷/۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من رفع الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۰

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب خفض الصوت الخ " " ۲/۳۴۶

[4] " " " " " " " " " "

وھو ساجد فاکثروا الدعاء[1] — وہ سجدہ کرتا ہے تو دعا زیادہ کرو۔ (ت)

**ضرب ۲۰۷:** دیلمی ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی انا خلفك و امامك وعن یمینك وعن شمالك یاموسی انا جلیس عبدی حین یذکرنی و انا معہ اذا دعانی[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے موسٰی! میں تیرے پیچھے، آگے، دائیں اور بائیں ہوں، میں بندے کا ہمنشین ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۰۸:** صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی[3] — میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۰۹:** مستدرک میں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث قدسی ہے:

عبدی انا عند ظنك بی و انا معك اذا ذکرتنی[4] — اے بندے میں تیرے گمان کے ساتھ ہوں جو تو میرے متعلق کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تو مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۱۰:** سعید بن منصور ابوعمارہ سے مرفوعاً راوی:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۱
سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعا فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۲۷
سنن النسائی اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۷۰

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۵۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۹۲

[3] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ۲/۳۴۳ وکتاب التوبۃ ۲/۳۵۴ " " "

[4] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب قال اللہ عزوجل عبدی انا عند ظنك بی دارالفکر ۱/۴۹۷

الساجد یسجد علیٰ قدمی اللہ تعالیٰ۔[1] سجدہ کرنیوالا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے (ت)

ان آیات واحادیث سے زمین پر اور طور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے پیچھے دہنے بائیں اور ہر ذاکر کے پاس اور ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔

**ضرب ۲۱۱:** قال اللہ تعالیٰ: ان طھرا بیتی[2] (تم دونوں میرے گھر کو صاف کرو۔ت) یہاں کعبے کو اپنا گھر بتایا۔

**ضرب ۲۱۲:** معالم میں ہے مروی ہوا کہ توریت مقدس میں لکھا ہے:

جاء اللہ تعالیٰ من سیناء و اشرف من ساعین واستعلی من جبال فاران۔[3] اللہ تعالیٰ سیناء کے پہاڑ سے آیا اور ساعین کے پہاڑ سے جھانکا اور مکہ معظمہ کے پہاڑوں سے بلند ہوا۔

ذکرہ تحت اٰیۃ بورك (اسے آیۂ بورك کے تحت ذکر کیا۔ت)

**ضرب ۲۱۳:** طبرانی کبیر میں سلمہ بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی اجد نفس الرحمٰن من ھٰھنا و اشار الی الیمن۔[4] رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: بیشک میں رحمان کی خوشبو یہاں سے پاتا ہوں۔

**ضرب ۲۱۴:** مسند احمد وجامع ترمذی میں حدیث سابق ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ عزوجل، ثم اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم سب سے نچلی زمین تک رسی لٹکاؤ تو وہ رسی اللہ تعالیٰ پر گرے گی۔ پھر

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ حسان بن عطیۃ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۷/ ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۴۸

[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۵۲

کنز العمال ؍؍ ۳۳۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۰

قرأهو الاول و الأخر و الظاھر و الباطن وھو بکل شیئ علیم[1] | آپ نے ھو الاول و الأخر و الظاھر و الباطن وھو بکل شیئ علیم کو تلاوت کیا۔ (ت)

یہاں سے ثابت کہ سب زمینوں کے نیچے ہے۔

**ضرب فیصلہ[ع] ضرب ۲۱۵: اقول** یہی آیات واحادیث ہر مجسم خبیث کی دہن دوزی اور ہر مسلم سُنّی کی ایمان افروزی کو بس ہیں اس مجسم سے کہا جائے کہ اگر ظاہر پر عمل کرتا ہے تو ان آیات و احادیث پر کیوں ایمان نہیں لاتا افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض[2] (قرآن پاک کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ ت) دیکھ تیرے اس کہنے میں کہ "عرش پر ہے اور کہیں نہیں" کتنی آیتوں حدیثوں کا صاف انکار ہے، اور اگر ان میں تاویل کی راہ چلتا ہے تو آیاتِ استوا وحدیثِ مکان میں کیوں حد سے نکلتا ہے، اب یہ تیرا بکنا صریح جھوٹ اور تحکم ٹھہرا کہ تیرا معبود مکان رکھتا اور عرش پر بیٹھتا ہے" اور مومن سُنّی کو ان سے بحمد اللہ یوں روشن راستہ ہدایت کا ملتا ہے کہ جب آیات واحادیث عرش وکعبہ و آسمان وزمین وہر موضع ومقام کے لیے وارد ہیں تو اب تین حال سے خالی نہیں، یا تو ان میں بعض کو ظاہر پر محمول کریں اور بعض میں تفویض وتاویل، یا سب ظاہر پر ہوں، یا سب میں تفویض وتاویل۔ اول تحکم بیجا وترجیح بلامرجح اور اللہ عزوجل پر بے دلیل حکم لگا دینا ہے، اور شق دوم قطع نظر ان قاطعہ قاہرہ دلائل زاہرہ تنزیہ الٰہی کے یوں بھی عقلاً ونقلاً ہر طرح باطل کہ شیئ واحد وقتِ واحد میں امکنۂ متعددہ میں نہیں ہو سکتا تو ہر جگہ ہونا اُسی صورت پر بنے گا کہ ہوا کی طرح ہر جگہ بھرا ہو اور اس سے زائد شنیع وناپاک اور بداہتہً باطل کیا بات ہوگی کہ ہر نجاست کی جگہ، ہر پاؤں کے تلے، ہر شخص کے منہ، ہر مادہ کے رحم میں ہونا لازم آتا ہے۔ اور پھر جتنی جگہ مکانوں پہاڑوں وغیرہ اجسام سے بھری ہوئی ہے بعینہٖ اس میں بھی ہو تو تداخل ہے اور نہ ہو تو اس میں کروڑوں ٹکڑے پُرزے جوف سوراخ لازم آئیں گے، اور جو نیا پیڑ اُگے نئی دیوار اُٹھے تیرے معبود کو سمٹنا پڑے ایک نیا جوف اس میں اور بڑھے اور اب استوا کے لئے عرش اور دار کے لئے

---

[ع] لفظِ فیصلہ کے بھی ۲۱۵ عدد ہیں منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید حدیث ۳۳۰۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۹۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

جنت بیت کے لئے کعبے کی کیا خصوصیت رہے گی۔ لاجرم شق سوم ہی حق ہے اور آیاتِ استوا سے لے کر یہاں تک کوئی آیت وحدیث ان محال وبیہودہ معنے پر محمول نہیں جو ناقص افہام میں ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں بلکہ تفہیم عوام کے لئے اُن کے پاکیزہ معانی ہیں اللہ عزوجل کے جلال کے لائق جنھیں ائمہ کرام اور خصوصاً امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں مشرحاً بیان فرمایا اور اُن کی حقیقی مراد کا علم اللہ عزوجل کو سپرد ہے۔

امنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ○ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبه اجمعین، امین!

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اور درود وسلام نازل ہو سید المرسلین محمد مصطفٰی پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ آمین (ت)

# ساتواں تپانچہ

الحمدُ للہ مسئلۂ عرش ورَدِّ مکان سے فراغ پایا کہ یہی رسالے کا موضوع اصلی تھا اب تحریر وہابیت تخمیر کے دو حرف اخیر دو مسئلہ دیگر کے متعلق باقی ہیں اُن کی نسبت بھی سرسری دو چار ہاتھ لیجئے کہ شکایت نہ رہے۔

**قولہ مسئلہ** فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔

## الجواب

**اقول ضرب ۲۱۶**: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے فرضوں کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے اللہ تعالٰی کا عرش کے سوا اور کہیں نہ ہونا ثابت نہیں دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا بے حدیث صحیح بدعت مگر خدا پر حکم لگا دینے کو صرف تیرے زبانی ادعا کی حاجت ع

نجدی بے شرم شرم ہم بدار

(بے شرم نجدی! کچھ شرم کر)

**ضرب ۲۱۷**: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت نہیں، اپنے رب کے حضور التجا کے لئے ہاتھ پھیلانے کو حدیث صحیح کی ضرورت، مگر اللہ عزوجل کو گالی دینے اس کی مخلوقات سے مشابہ بنا دینے کو فقط تیری بدلگام زبان حجت ع

مکنی خود را مکان در قعر نار

(اپنا مکان مت بنا آگ کی گہرائی میں۔ ت)

**ضرب ۲۱۸** : کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے فرضوں کے بعد دُعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت نہیں، پھر تم لوگ کس منہ سے منع کرتے ہو، کیا منع کی شریعت تمہارے اپنے گھر کی ہے یا جواز کیلئے حاجت دلیل ہے ممانعت دلیل سے مستغنی ہے۔

**ضرب ۲۱۹** : اگر صحیح سے مقابل حسن مراد تو ہرگز حجت اس میں منحصر نہیں، صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ وحسن لذاتہ وحسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبت احکام ہیں، اور اگر حسن کو بھی شامل تو انکار صرف بنظر خصوص محل ہے یا بمعنی عدم ثبوت مطلق ثانی قطعاً باطل، بکثرت صحیح معتمد احادیث قولی وفعلی وتقریری سے نماز کے بعد دُعا مانگنا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ یونہی ہاتھ اٹھانا دُعا کے آداب سے ہونا بکثرت احادیث صحیحہ ومعتبرہ قولی و فعلی وتقریری سے ثابت۔ یہ سب حدیثیں صحاح ومشکوٰۃ واذکار وحصن حصین وغیرہا میں مروی و مذکور، اور بعد ثبوتِ اطلاق بے اثبات تخصیص ممانعت خاص قاعدۂ علم سے دور ومہجور۔

**ضرب ۲۲۰** : مقام مقامِ فضائل ہے اور اس میں ضعاف بالاجماع مقبول۔ دیکھو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کا رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" تو مطالبۂ صحت سراسر جہل و اعتساف۔

**قولہ** مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث جو بطریق اسود عامری بعض اہل بریلی کے فتوے میں منقول ہے وہ باتفاق محدثین ضعیف و پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اسود عامری مجہول العین والحال ہے۔

**اقول ضرب ۲۲۱** : ادعائے اتفاق محض کذب واختلاق، مجہول العین بہت ائمۂ محققین کے نزدیک مقبول ہے اور مجہول الحال میں بھی بعض اکابر کا مذہب قبول ہے، امام نووی مقدمۂ منہاج میں فرماتے ہیں،

| | |
|---|---|
| المجہول اقسام مجہول العدالۃ ظاھرا وباطنا ومجہولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا وھوالمستور والمجہول العین فاما الاول فالجمہور علی انہ لایحتج بہ و اما الاخوان فاحتج بھما کثیرون من المحققین[1] | مجہول کی کئی اقسام ہیں، مجہول العدالۃ ظاہراً وباطناً، مجہول العدالۃ باطناً مع وجود العدالۃ ظاہراً یہ مستور ہے، اور مجہول العین، صرف پہلی قسم کو جمہور دلیل نہیں بناتے لیکن آخری دو قسموں کو محققین میں سے کثیر نے دلیل بنایا ہے۔ (ت) |

---

[1] مقدمۂ منہاج للنووی مع صحیح مسلم    قدیمی کتب خانہ کراچی    ۱/۱۷

(زیادہ تفصیل درکار ہو تو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کی کتاب مستطاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین افادہ دوم صدر کتاب و فائدہ چہارم آخر کتاب کے مطالعے سے مشرف ہو)

**ضرب ۲۲۲:** اسود کی نسبت میزان الاعتدال میں صرف اس قدر ہے:

ماروی عنہ سوی ولدہ دلھم لہ حدیث واحد[1]

اس کے بیٹے دلھم کے بغیر اس سے کسی نے روایت نہیں کی اور محدثین کے ہاں اس کی ایک حدیث ہے۔ (ت)

اس سے فقط جہالتِ عین ظاہر ہوتی ہے وہ جہالت حالی کو مستلزم نہیں کہ مجہول العین بہت محققین کے نزدیک مقبول اور مجہول الحال مجروح، تو جہالتِ حال کا حکم آپ کی اپنی جہالت ہے یا ائمہ معتمدین سے روایت علی الثانی ثبوت دیجئے علی الاول آپ کیا اور آپ کی جہالت کیا، آپ کا علم تو جہل ہے جہل کیا ہوگا، آپ اللہ عزوجل ہی کو نہیں جانتے ہیں کہ اس کے لئے مکان مانتے ہیں۔

**ضرب ۲۲۳:** ذہبی نے بھی یہ قول اپنی طرف سے لکھا اور اُن کی نقل نقلِ ائمہ کے مثل نہیں ہوسکتی، اب یہیں دیکھئے کہ وہ کہتے ہیں اسود کے لئے ایک حدیث ہے، میں کہتا ہوں اُن کی ایک حدیث تو یہی ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی، دوسری حدیث اُن سے سنن ابی داؤد میں ہے جس میں وفادت لقیط بن عامر کا ذکر فرماکر حدیث کے دو لفظ مختصر بطریق عبدالرحمٰن بن عیاش سمعی عن دلھم بن الاسود عن ابیہ عن عمہ ذکر کئے اور تمام و کمال ایک ورق طویل میں متضمن بیانات علم غیب و حشر و نشر و حوض کوثر وغیرہا بطریق مذکور عبداللہ ابن الامام کے زوائد مسند میں ہے۔[2]

**ضرب ۲۲۴:** محدث صاحب! آپ نے حافظ الشان کا قولِ منقح بھی دیکھا وہ تصریح فرماتے ہیں کہ اسود عامری مقبول ہیں جاہل مجہول اگر جہل سے معذور تو زبان کھولنی کیا ضرور۔

**ضرب ۲۲۵:** حافظ الشان سے سوا وجہ اجل و اعظم لیجئے امام اجل ابوداؤد نے سنن میں حدیث مذکور اسود عامری سے روایت کی اور اُس پر اصلاً جرح نہ فرمائی تو حسبِ تصریحاتِ ائمہ حدیث صحیح یا حسن یا لا اقل صالح تو ہوئی خود امام ممدوح اپنے رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں:

مالم اذکرہ فیہ شیئا فھو صالح و

جس میں کوئی علت نہ بیان کروں تو وہ حدیث

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۸۲ اسود بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۵۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رزین العقیلی لقیط بن عامر الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳

بعضہا اصح من بعض[1] درست ہوگی اور ان میں بعض سے بعض اصح ہوں گی۔ (ت)

اب اپنی جہالت کبرٰی دیکھ کہ ائمہ کرام تو اسود کو مقبول اور ان کی حدیث کو صالح فرمائیں اور تجھ جیسا بے تمیز بے ادراک پایۂ اعتبار سے ساقط بتائے۔

**ضرب ۲۲۶:** بالفرض اگر آپ کی جہالت مان بھی لیں اور بفرضِ غلط یہ بھی تسلیم کرلیں کہ مجہول الحال بالاتفاق نامقبول۔ پھر بھی بالاتفاق پایۂ اعتبار سے ساقط بتانا مردود و مخذول۔ محدث مسکین ابھی احتجاج و اعتبار ہی کا فرق نہیں جانتے اور چلے حدیثوں پر جرح کرنے۔ محدث صاحب! مجہول اگر ساقط ہے تو پایۂ احتجاج سے نہ کہ پایۂ اعتبار سے، دیکھو رسالہ الہادِ الکاف، اور یہاں پایۂ اعتبار تک ہونا کافی ووافی ہے بلاخلاف۔

**ضرب ۲۲۷:** یہ سب کلام اس تسلیم پر ہے کہ اسود مذکور فی المیزان ہوں مگر حاشا اس کا تمہارے پاس کیا ثبوت، بلکہ دلیل اس کے خلاف کی طرف ناظر کہ ان اسود کے باپ صحابی نہیں مجہول ہیں کما نص علیہ الحافظ (جیسا کہ حافظ نے اس پر نص کی ہے۔ ت) اور اس اسود کے باپ صحابی کما ذکر فی نفس الحدیث صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر (جیسا کہ اسی حدیث میں ذکر ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ ت)

**قولہ** اور ابن السنی کے عمل الیوم واللیلہ کی حدیث جو بروایت انس فتوٰی مذکور میں منقول ہے موضوع ہے کیونکہ اس میں عیسٰے راوی کذاب ہے۔ یہ دونوں حدیثیں میزان الاعتدال کے اخیر میں موجود ہیں۔

**اقول ضرب ۲۲۸:** عیسٰے تو کذاب نہیں مگر تم ضرور کذاب ہو اس کی سند میں عیسٰے کوئی راوی ہی نہیں ؎

ولے از مفتری نتواں برآمد کہ او از خود سخن می آفریند

(افترا پرداز سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خود بات بنالیتا ہے)

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴

**ضرب ۲۲۹:** حکم بالوضع بے دلیل ومردود ہے۔

**ضرب ۲۳۰:** میزان الاعتدال میں ان احادیث کا ذکر نہیں، کیا بلاوجہ بھی جھوٹ کی عادت ہے اور فاصبر کیا موقع پر ہے۔

**قولہ مسئلہ** غیرمقلدوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا **الجواب** جو شخص کسی مسلمان کو بلاثبوتِ شرعی فاسق یا مبتدع یا کافر کہے خود اسی کا مصداق ہے۔

**اقول ضرب ۲۳۱:** بھلا کسی مسلمان کو بلاثبوت برا کہنا یہ جُرم ہوا اور جو ناپاک بیباک اپنی گمراہی کی ترنگ میں مسلمانوں کے رب کے لئے نہ صرف بلاثبوت بلکہ قطعًا برخلافِ ثبوتِ شرعی مکان بتائے اسے اس کی مخلوق محتاج کے مانند بتائے وہ مردود کس لفظ کا مصداق ہے اُسے کس سزا کا استحقاق ہے۔

**ضرب ۲۳۲:** اپنے پیر مغاں اسمٰعیل دہلوی علیہ ماعلیہ کی خُوب خبر لی وہ اور اُس کی تمام ذریت اہلِ توہب و نجدیت اسی مرض مہلک میں گرفتار ہیں کہ مسلمانوں کو بلاثبوت شرعی محض بزورِ زبان و زور بہتان مشرک بدعتی بنانے کو تیار ہیں قاتلھم اللہ انی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مردک نے خود ہی شرک کی تعریف کی کہ جو باتیں خدا نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں وہ دوسروں کے لئے بجالانا اور پھر شرک کی مثالوں میں گنادیا، کسی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، کسی کی قبر کو مورچھل جھلنا، الحمدللہ کہ تم جیسے سپوتوں نے اس مردک کے خود مشرک ہونے کا اقرار کردیا۔

**ضرب ۲۳۳:** یونہی تم نئی پود والے جن پرانوں سیانوں کے گرگے ہو یعنی یہی دہلوی اور اُس کے اذناب غوی تم سب کا مسلک ناپاک ہے کہ تقلیدِ ائمہ کو بلاثبوتِ شرعی شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہو، الحمدللہ کہ تم خود اپنے منہ آپ مشرک بنے کہ کردکہ نیافت۔

**ضرب ۲۳۴:** تمھارے طائفہ غیرمقلدین کا فساق بتدعین ہونا بے ثبوتِ شرعی نہیں بلکہ علمائے عرب وعجم بکثرت دلائل قاہرہ سے ثابت فرماچکے سینہ زوری سے نہ ہارو تو اس کا کیا علاج۔

**ضرب ۲۳۵:** جناب شیخ مجدد الف ثانی رسالہ مبدء ومعاد میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود وجہیہ در مذہب حنفی تا در خلف امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید اما بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار | مدت تک یہ آرزو رہی کہ حنفی مذہب میں قراءت خلف الامام کی کوئی صورت بن جائے تاھم غیراختیاری طور پر مذہب کی رعایت میں امام کی |

[1] القرآن الکریم ۶۳/۴

ترکِ قرات میکرد و ایں ترک را از قبیل ریاضت مجاہدہ می شمرد، آخر الامر سبحانہ تعالٰی بہ برکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادست، حقیقتِ مذہب حنفی در ترکِ قرات ماموم ظاہر ساخت و قراءت حکمی از قراءت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود[1]

اقتدا میں قرات نہ کی، اس ترکِ قرات کو تکلف محسوس کرتا رہا، بالآخر مذہب کی رعایت کی برکت سے مقتدی کے لئے ترکِ قرات کی حقیقت ظاہر ہوگئی، جبکہ اپنے مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا الحاد ہے، چنانچہ حقیقی قرات سے حکمی قرات نظرِ بصیرت میں خوب تر معلوم ہوتی۔ (ت)

یہاں حضرت ممدوح غیر مقلدوں کو صاف صاف ملحد فرما رہے ہیں، آپ کے نزدیک یہ فرمانا مطابق ثبوت شرعی ہے جب تو آپ اور آپ کے سارے طائفے کو الحاد و بے دینی کا خلعت مبارک، پھر آپ فاسق و مبتدع کہنے پر کیوں بگڑیں۔ ہاں شاید یوں بگڑے ہو کہ مرتبہ گھٹا دیا ملحد زندیق سے نرا فاسق مبتدع رکھا، اور اگر یہ فرمانا بے ثبوتِ شرعی ہے تو آپ کے طور پر حضرت شیخ مجدد معاذاللہ ملحد قرار پائیں گے، جلد بتاؤ کہ دونوں شقوں سے کون سی شق تمھیں پسند ہے، ہنوز بس نہیں، جب جناب شیخ ایسے ٹھہریں گے تو شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کہاں بچیں گے کہ یہ اُن کے مرید اُن کے معتقد ہیں اُنھیں اکابر اولیا سے جانتے ہیں، اور جو کسی ملحد کو مسلم کہے خود ملحد ہے نہ کہ امام اسلام و ولی والا مقام کہنے والا، اور ابھی انتہا کہاں، جب یہ سب حضرات ایسے ہُوئے تو وہابیہ مخذولین کا شیخ مقتول اسمعیل مخذول علیہ ما علیہ کدھر بھاگے گا، یہ تینوں کا مداح تینوں کا غلام تینوں کو ولی کہے تینوں کو امام، تو یہ خود ملحد در ملحد ملحدوں کا ملحد ہُوا، اور اب تم کہاں جاتے ہو تم اس ایک کے ویسے ہی ہو جیسا وہ اُن تین کا تو دیگ الحاد کی پچھلی کُھرچن الحادی بوتل کی نیچے کی تلچھٹ تم ہُوئے، اب کہو کون سی شق پسند رہی، ہر شق پر الحاد کی آفت تمھارے ہی ماتھے گئی۔

**قولہ** ائمہ دین و مسلمانان قرونِ ثلثہ سب غیر مقلد تھے۔

**اقول ضرب ۲۳۶:** محض جھوٹ ہے، تابعین و تبع تابعین میں تو لکھوکھا مقلدین تھے ہی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی ہزاروں حضرات خصوصاً اعراب و اکثر طلقاء مقلد تھے۔ قرونِ ثلثہ کے کروڑوں مسلمانوں میں ہر شخص کو مجتہد جاننا آپ ہی جیسے فاضل اجہل کا کام ہے، ایمان

---

[1] مبدء و معاد مجدد الف ثانی مطبع مجددی امرتسر انڈیا ص ۳۷

سے کہنا قرونِ ثلثہ میں کبھی کسی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا اور وہ جو فرمائے اس پر عمل کرنا ہوا یا نہیں، بیشک ہُوا اور ہر قرن میں ہوا اور شب و روز ہوتا رہا، اور تقلید کس چیز کا نام ہے۔ اگر کبھی خواب میں بھی کتبِ حدیث کی ہوا لگی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ عوام وعلماء کا یہ استفتا و افتا نہ صرف زمانۂ صحابہ بلکہ زمانۂ رسالت سے ہمیشہ رائج رہا۔

**ضرب ۲۲۷:** اہلِ زمانہ غیر مقلدین کے بارے میں سوال کریں کہ اُن کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ علمائے سنّت جواب فرمائیں کہ ممنوع ومکروہ ہے۔ اس سوال وجواب کو ائمۂ مجتہدین پر حمل کرنا جہالت نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ حرامزدگی ہے غیر مقلد اس طائفہ تالفہ ضالہ حائفہ کا نام ہے جو تقلیدِ شیطانِ لعین تقلیدِ ائمۂ دین سے انکار رکھتا ہے، مقلدینِ ائمہ کو مشرک کہتا ہے، اپنے ہر خر نا مشخص کو بے اتباعِ ارشاداتِ ائمہ اپنی عقلِ ناقص پر چلنے کا حکم دیتا ہے، ناموں کے معانی لغوی لے کر غیر مسمّٰی پر حمل کرنا کیسی حماریت کبرٰی ہے، یہ وہی مثل ہُوئی کہ قارُورے کو قارُورہ کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں پانی کا قرار ہے تو تمہارا پیٹ بھی قارورہ ہوا کہ اس میں بھی پانی کا قرار ہوتا ہے۔ جرجیر کو جرجیر کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ وہ تجرجُر یعنی حرکت کرتا ہے تو تمہاری داڑھی بھی جرجیر ہوئی کہ اُسے بھی جنبش ہوتی ہے۔

**ضرب ۲۲۸:** اگر بالفرض باطل لفظ "غیر مقلدین" ائمۂ مجتہدین کو بھی شامل مانیے تو لفظ کے مصداق جب دو قسم ہوں، ایک محمود، دوسری مذموم، اور محمود زمانۂ سلف میں تھے اب تنہا مذموم باقی ہیں تو اب حکمِ مذمت میں قید وتخصیص کی ضرورت نہیں ہر عاقل کے نزدیک حکم انھیں موجودین کے لئے ہوگا اسے عام سمجھنے والا یا مکابر سرکش ہے یا مسکین بارکش، مثلاً ہر مسلمان کہتا ہے کہ یہود ونصارٰی کافر ہیں اس پر شخص جو اعتراض کرے کہ زمانۂ موسوی کے یہود، عصرِ عیسوی کے نصارٰی کہ دینِ حق پر قائم تھے مومنین تھے تم نے سب کو کافر کہہ دیا تو یہ معترض انھیں دو حال سے خالی نہیں یا حرامزادہ شریر ہے یا خر مسکین۔

**قولہ** تقلید ایک امر مستحدث ہے اور چوتھی صدی میں ایجاد ہوئی۔

**اقول ضرب ۲۲۹:** سخت جھُوٹے ہو بلکہ تقلید واجب شرعی ہے، قرآن وحدیث نے لازم کی، زمانۂ رسالت سے رائج ہوئی، قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1] اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔ (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

الاسألوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[1] | انھوں نے خود نہ جانتے پر پوچھا کیوں نہیں کیونکہ عاجز کا علاج پوچھنا ہے (ت)

ہاں تمہارے طائفہ گمراہ کی غیر مقلدی بہت نوپید احدث ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی نے بارھویں صدی میں نکالی، دیکھو سردار علمائے مکہ معظمہ شیخ العلماء حضرت سید احمد زین قدس سرہ کا رسالہ الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ۔

ضرب ۲۴۰: ہم اہلسنت کو ان گمراہوں سے نزاع اولاً تقلید کو شرک بتاتے، ثانیاً اس کے حرام ٹھہرانے، ثالثاً بے لیاقت اجتہاد اس کا ترک جائز بتانے میں ہے، یہ چالاک عیار تینوں کو چھوڑ کر تقلید شخصی میں اُلجھنے لگتے ہیں یہ ان مکاروں کا قدیم طریقہ جان بچانے کا ہے، یہ نئی پرواز کے پٹھے بھی یہی چال چلے پھر بھی چوتھی صدی جھوٹ بنالی، ان کے شیخ مقتول اسمعیل مخذول کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ "انصاف" میں انصاف کر گئے کہ،

بعد المائتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ وکان ھذا ھو الواجب فی ذٰلک الزمان[2] | یعنی دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا اہلِ اسلام میں ظاہر ہوا کم ہی کوئی شخص تھا جو ایک امام معیّن پر اعتماد نہ کرتا ہو اور یہی واجب تھا اس زمانے میں۔

قولہ اور جوبات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے وکل بدعۃ ضلالۃ۔

اقول ضرب ۲۴۱: جیسی تمہاری غیر مقلدی کہ تین چھوڑ بارھویں قرن میں قرن الشیطان کے پیٹ سے نکلی۔

ضرب ۲۴۲: شیر کے بَن میں ڈکرانے والا بیل اپنی موت اپنے منہ مانگتا ہے، اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنا بتا تو دے کہ قرونِ ثلثہ میں کس نے مانا، تو تیرا قول بدتر از بَول تیرے ہی منہ سے بدعت و ضلالت و فی النار اور تُو بدعتی گمراہ مستحقِ نار ہے۔

ضرب ۲۴۳: اللہ عزوجل کے احاطہ ذاتیہ کا انکار قرونِ ثلثہ میں کس نے کیا، یہ بھی تیری بدعت و

---

[1] سنن ابی داوٗد کتاب الطہارۃ باب المجذور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴۹

[2] رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ الخ مکتبۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص۱۹

ضلالت ہے۔

ضرب ۲۴۴: صفاتِ الٰہیہ میں صرف علم کو محیط ماننا جس سے اُس کی قدرت، اُس کے سمع، اُس کی بصر، اُس کی مالکیت، اس کی خالقیت کے احاطے کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ قرونِ ثلثہ میں کون اس کا قائل تھا' یہ بھی تیری گمراہی و بدمذہبی ہے۔

ضرب ۲۴۵: استواء کے وہ تین معنے کہنا اور ان کے سوا چوتھے کو بدعت بتانا قرونِ ثلثہ میں کس کا قول تھا، یہ بھی تیری ضلالت و بددینی ہے۔

ضرب ۲۴۶: فضائلِ اعمال کے ثبوت کو حدیثِ صحیح میں منحصر کردینا قرونِ ثلثہ میں کس کا مذہب تھا' یہ بھی تیری بدعت جسارت و بدزبانی ہے۔

ضرب ۲۴۷: بدعت کے یہ معنے لینا کہ جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلثہ کے حادث ہوئی اور اُسے بالاتفاق بدعتِ ضلالت کہنا اُمتِ مرحومہ پر افترا ہے، اس کی تحقیق علماء اہلسنت اپنی تصانیفِ کثیرہ میں فرما چکے، وہ بحث لکھئے تو دفتر طویل ہو، اور پھر مخاطب ناقص العقل کیا قابلِ خطاب، مگر مدعی اپنے اس دعویٰ اطلاق پر امت کا اتفاق مسند معتمد سے دکھائے ورنہ اپنی جہالت و ضلالت کا آپ سر کھائے۔

**قولہ** مفتی بریلی جو تقلید کو امرِ دینی سمجھتا ہے یقینی مبتدع ہوا اور اُس کے فتوے کے مطابق اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوا کما ھو ظاھر افسوس کہ اس نادان دوست نے اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کو ناجائز کردیا ؎

| | |
|---|---|
| شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی | مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے |
| گو مشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد | اگرچہ میری مشتِ خاک بھی برباد ہوگئی ـــــ |
| نعوذ باللہ من ھفواتہ۔ | اللہ تعالٰی اس کی بیہودہ باتوں سے بچائے۔ (ت) |

**اقول ضرب ۲۴۹:** ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

(جب اللہ تعالٰی کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو پاک لوگوں پر طعنہ میں اسے مشغول کردیتا ہے۔ ت)

مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ مبتدع کے مستحق معاذ اللہ علمائے اہلسنت ہیں یا یہ بددین گمراہ کہ اللہ کو مکانی مانتا

جسمانی جاننا اس کی قدرت وسمع وبصر وخالقیت ومالکیت وغیرہا کو محیط نہیں سمجھنا ائمۂ دین سے با قرار خود رقابت رکھتا ہے عیاذاً باللہ وہ مبتدع ہیں یا اس وہابیہ کے نئے پیٹھے کا پرانا گرو گھنٹال شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول جس کے کفریات میں رسالہ مبارکہ الکوکبۃ الشھابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ تصنیف ہوا اور علمائے عرب وعجم نے اُس کے ضلال بلکہ علمائے حرمین طیبین نے اس کے کفر پر فتوٰی دیا یہاں اسے یہ دکھانا ہے کہ جب تقلید کو امر دینی سمجھنے والا معاذاللہ مبتدع ہوا تو اب شاہ ولی اللہ کی خبریں کہئے جو نہ مطلق تقلید بلکہ دو صدی کے بعد خاص تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں جس کی عبارت ابھی گزری۔

**ضرب ۲۵۰:** اور جناب مجددیت مآب کی نسبت کیا حکم ہوگا جو تقلید نہ مطلق تقلید بلکہ خاص تقلید شخصی کو ایسا سخت ضروری ومہم تر امر عظیم دینی مانتے ہیں کہ اس کے ترک کو الحاد و بے دینی جانتے ہیں، عبارت اُوپر گزری۔ اور سُنئے کہ وہ صحیح ومستفیض حدیثوں کو فقہی روایت کے مقابل نہیں سنتے اور روایت بھی کیسی کہ خود مختلف آئی اور اختلاف بھی کیسا کہ اپنے ہی ائمہ کا فتوٰی تک مختلف امام محمد کی کتاب میں خود اُس کے خلاف، اور حدیثوں کے مطابق اپنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مذکور کہ التحیات میں اشارہ کیا جائے، اور اس پر بھی ائمۂ فتوٰی نے فتوٰی دیا مگر صرف اس بنا پر کہ یہ روایت ہمارے امام سے مشہور نہیں احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں بتاتے، اس سے بڑھ کر تقلید اور وہ بھی خاص شخصی کو دینی ضروری سمجھنا اور کیا ہوسکتا ہے۔ مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما احادیث نبوی علٰی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام در باب جواز اشارت سبابہ بسیار وارد شدہ اند و بعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ وانچہ امام محمد گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یشیر ونصنع کما یصنع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما از روایات نوادر ست مامقلدان رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت دراشارت نمائیم

اے ہمارے مخدوم! تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کی کثیر احادیث وارد ہیں، اور بعض حنفی حضرات کی اس بارے میں روایات فقہیہ بھی آئی ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے اور ہم وہ کریں گے جو نبی پاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر انھوں نے فرمایا میرا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہی قول ہے، تو یہ نادر روایات میں سے ہے، تو ہم مقلد لوگوں کو براہِ راست حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے کہ اشارہ کرنے کی جرأت کریں،

اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتویٰ دادہ اند گویم ترجیح عدمِ جواز راست اھ ملتقطاً[1]

اگر کہا جائے کہ حنفی علماء نے اشارہ کے جواز پر فتویٰ دیا ہے تو میں کہوں گا کہ ترجیح عدمِ جواز کو ہے اھ ملتقطاً (ت)

اب مبتدعی کہ خبریں کہئے اور تقریر سابق بھی یاد رکھئے کہ اُن کی شان میں کوئی کلمہ کہا اور ساتھ لگے شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی گئے اور بلا پس ہو تینوں کو جانے دو وہ سب میں چہیتے اسمٰعیل جو گئے اور اُن کے صدقے گیہوں کے گھن، اور تمھارے سب طائفے والے جہنم بدعت وضلالت کے قعر میں پہنچے، افسوس کہ اس نامرد ہاتھی نے اپنی ہی فوج کا زیاں کیا اُس کچی پینڈی نے اپنے سفرہ ودستارخوان کا نقصان کیا، اسمٰعیل اور سارے طائفہ مردود و ذلیل کو بدعتی گمراہ جہنمی مان لیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز کر دیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی　　گو جائے ذکر ما ہم آں تنگ دل ندارد

(مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے، اگرچہ ہمارے ذکر پر بھی وہ تنگ دل نہیں ہوتے۔ ت)

نعوذ باللہ من ھفواتہ وھمزات اسمٰعیل وھناتہ رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین، واعوذبک ان یحضرون ۝ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا المرسلین سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین، اٰمین!

ہم اللہ تعالٰی کی پناہ چاہتے ہیں اس کے لغویات اور اسمٰعیل کی وسوسہ انگیزیوں اور باعثِ شرم باتوں سے۔ اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی وسوسہ انگیزیوں سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں شیطانوں کی حاضری سے، اور ہماری آخری بات یہ ہے تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کیلئے ہیں اور صلٰوۃ وسلام ہو رسولوں کے سردار ہمارے آقا محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر، آمین! (ت)

الحمد للہ کہ یہ مختصر اجمالی جواب پانزدہم شہر النور والسرور ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۲ھ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیہ کو باوصف کثرتِ کار و ہجوم اشغالِ تعلیم وتدریس ومجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقت فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار[۱۳۱۲]

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی　مکتوب ۳۱۲　مطبوعہ نولکشور لکھنؤ　۱/ ۴۴۸ تا ۴۵۱

نام ہوا اس التزام کے ساتھ کہ مسئلہ مکان میں صرف اسی شخص کی سند اگلی بڑی کتابوں کی عبارتیں پیش کروں گا عدد ڈھائی سو ضرب ۲۵۰ تک پہنچا اور اس کی مستند کتابوں میں بھی تفسیر ابن کثیر موجود نہ تھی ورنہ ممکن تھا کہ عدد اور بڑھتا، یونہی کتاب العلو مضطرب متہافت اور اس کے علاوہ پاس بھی نہ تھی اور اگر قلم کو اس مخالفت کی اس قدر جاۓ تنگ میں محصور نہ کیا جاتا تو ضربوں کی کثرت لطف دکھاتی، پھر بھی اُن معدود سطور پر ڈھائی سو ۲۵۰ کیا کم ہیں، وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی الھادی الٰی سواء الطریق وصلی اللہ تعالٰی علی النبی الکریم محمد وآلہ وبارک وسلم، آمین!